

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 4

موت کی آندھی

12

ہیرے کی کان

13

تجویری کا گیت

14

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر شریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

## جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام ، کردار اور کہانی سے  
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشور ..... خالد سلطان

پرنٹر ..... یمانی پرنس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سڑک

اردو بازار لاہور - فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 12

# موت کی آندھی

(مکمل ناول)

## عجیب حادثہ

اس وقت دلکشا ہوٹل کے عظیم اشان ہال میں بے شمار آدمی قہقہوں مسکرا ہوں اور سرگوشیوں کے طوفان میں بھے جا رہے تھے۔ سردی اپنے شباب پر تھی۔ حالانکہ ابھی صرف سات بجے تھے لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کافی رات گذر گئی ہو۔ ہال کے اسٹچ پر ایک مصری رقصہ تحرک رہی تھی۔ ناج کوئی خاص نہ تھا۔ یوں ہی معمولی سا۔ رقصہ بھی کچھ زیادہ سین نہ تھی۔ وہ ابھی حال ہی میں اس شہر میں وارد ہوئی تھی اور اس نے دو ماہ کے لئے دلکشا والوں سے سکنریکٹ کر لیا تھا۔ وہد ہتی بھی دیں تھی۔ دو خوبصورت اور کافی بڑے کمرے اس نے کرائے پر لے رکھے تھے۔ وہ ناچتی رہی آرکسٹرا کی مغموم موسیقی سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کوئی المناک رقصہ ہے۔ ہر حال وہ اس طرف کے لوگوں کے لئے قطبی ناقابل فہم تھا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ تو محض اس کے گداز جسم کی تماش میں دلچسپی لے رہے تھے۔ رقصہ خوبصورت تو نہ تھی لیکن جوان ضرور تھی۔ اس پاکھلتا ہوا گندی رنگ چند بیتار بجلیوں پر چڑھا ہوا ایک غلاف معلوم ہوتا تھا اور دوران رقص میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غلاف پھٹ جائے گا اور سارے اسٹچ پر بجلیاں کونڈے لگیں گی۔ اس نے اس وقت سفید سائن کی چکنڈار اور ڈھیلی ڈھالی شلوار پہن رکھی تھی جس کے پاس پہنچنے والوں کے قریب پہنچ کر بالکل عک ہو گئے تھے۔ گلے میں ایک منحصری جیکٹ

تمی جس پر چکدار تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی جب وہ دائرہ ہنا کر جھوٹی ہوئی رقص کرتی تو کئی خشنڈی سائنس لے کر کر سیوں کی پشت سے نکل جاتے۔

اس پورے مجھ میں صرف ایک نوجوان بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے جدید طرز کا ایک نقیس اور چیختی سوت پہن رکھا تھا لیکن اس کے بے اطمینانی اور بے چینی سے صاف ظاہر ہوا تھا کہ وہ اس قسم کے لباس کا عادی نہیں ہے۔ وہ اپنی نائی کی گردہ کو بار بار اس طرح چھونے لگتا تھا جیسے اس کی گردان میں درد ہو رہا ہو۔ وہ ایک چھوٹی سی میز پر تھا بیٹھا تھا۔ سامنے بیر کی بول اور ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔

رقاصہ ناچے ناچے پر دے کے بیچھے چلی گئی اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اس نوجوان نے اپنے ماتھے پر سے پینے کی بوندیں پوچھیں اور کرسی کی پشت سے نیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ بار بار اپنی کالائی پر بند می ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے اپنے قریب بیٹھنے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آرکسٹرا کی دھنیں پھر گونجتے لگیں اور رقاصلہ اس بار اپنے ہاتھ میں خیز لئے گھوٹکھروؤں کی آواز فضائیں بکھرتی ہوئی اٹھا پر حمودار ہوئی اس بار اس کے رقص میں غم ہنگیز اشغال کی بجائے ایک وحشیانہ پھر تی اور موسمی خیز جنگلی پن تھا۔ طبلے کی تھاپ پر اسکے سارے جسم میں عجیب قسم کی جھٹکے دار لرزش پیدا ہو جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ناچ ناچ کر اپنے خیالی دشمنوں کے سینوں پر پوری قوت سے دار کر رہی ہو۔ مخضر ب نوجوان کے چہرے پر ہوائیاں اُنے لگیں اور وہ میز پر کہیاں نیک کر آگے کی طرف جھک گیا۔ اس کے ماتھے پر پھر نئی نئی بوندیں پھوٹ آئیں تھیں۔ وقت گذرتا جا رہا تھا۔ ہال آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا۔ گیارہ بیجے نکل بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔ وہ نوجوان ابھی نکل دیں بیٹھا تھا۔

پھر رقص قسم ہو گیا۔ آرکسٹرا کی دھنیں خاموشیوں میں کھو گئیں۔ رقاصلہ اوپری منزل میں اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اس کے وہاں سے آنے کے بعد وہ نوجوان بھی لڑکھڑاتا ہوا زینے مٹے کر رہا تھا۔ اس کی یہ لڑکھڑاہٹ نثر سے زیادہ گھبراہٹ اور بے چینی کا نتیجہ تھی۔ صاف ظاہر ہوا تھا کہ اس پر خوف طاری ہے۔

رقاصہ کا نام حسینہ تھا اپنے کمرے میں آکر قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی

دیر تک وہ خاموش کھڑی رہی پھر اس نے میر کی دراز سے ایک شیشی نکالی ایک گلاس میں پانی لایا اور شیشی سے کوئی سیال شے پانی میں اٹھیل کر لپی گئی.... چند لمحوں کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس کی آنکھیں نئے سے بو جمل ہوتی جا رہی ہوں.... وہ پھر آئینے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا جیکٹ اتار پھینکا۔ بال بکھیر دیئے وہ نیم عربان حالت میں وحشیانہ قبیلے کا رہی تھی.... آئینے میں دیکھ دیکھ کر وہ نمرے نمرے منہ بناتی رہی.... پھر اس نے چند لمحے میں دبا کر ہوا میں آچھائے اور فرش پر دوز انوچھے کر انہیں دیکھنے لگی.... "سب پٹ" وہ بڑی بڑی۔ "ایک بھی چت نہیں.... تو ابھی وقت نہیں آیا۔ خیر میں انتظار کروں گی۔" پھر وہ تھوڑی دیر تک بیٹھی جھومتی رہی۔ پھر اس نے اپنی شلوار کے نیخے میں اُڑسا ہوا ایک سفید رومال نکالا اور اُسے بوس دے کر کہنے لگی "اے مقدس مانت میں نے ابھی تک تیری حنافت کی ہے۔ میں وادیِ نخل کی بیٹی انتقام لے کر رہوں گی.... وہ خون جو سمندر کی ریت پر بہلایا گیا۔" وہ خون جس کا ایک قطرہ میں بھی ہوں.... وہ خون اپنا قصاص چاہتا ہے۔ "اس کی آواز رفتہ رفتہ دردناک ہوتی جا رہی تھی۔" وہ خون مجھے پکار رہا ہے.... خون ناچ.... میں کتنا روئی تھی.... میں نے ذلت کی زندگی اختیار کی.... مجھے عصمت فروشی پر مجبور ہوتا پڑا.... کاش جلد ہی وہ موقع آ جاتا کہ میں آگ کے قریب اس مقدس مانت کو لے جاتی.... ہیہات.... میری روح بے دین ہے انتقام انتقام....!" وہ گھبر لیا ہوا نوجوان دبے پاؤں اس کے کرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چکتا ہوا خیز تھا.... وہ اتنی آہنگی سے رقصہ کے پیچے پہنچ گیا کہ اُسے خبر تک نہ ہوئی لیکن نوجوان پر لرزہ طاری تھا اس نے ایک ہاتھ سے تو رقصہ کا رومال چھینتا اور دوسرے ہاتھ سے اس پر خیز کاوار کیا۔ رقصہ چیخ کر پڑی لیکن وہ دوسرے لمحے میں کرے سے باہر تھا۔

"میرا رومال....!" رقصہ چینی وہ خوف زدہ نظروں سے سامنے پڑے ہوئے خیز کو دیکھ رہی تھی۔ مگر اہمیت میں ابھی کاوار خالی کیا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی پھر اچانک چینی ہوئی دروازے کی طرف چھٹی.... تھوڑی دیر بعد وہ نیم برہنہ حالت میں پورے ہاں میں چینی پھر رہی تھی۔ "میرا رومال...." میرا رومال "لوگ کرسیوں سے انٹھ انٹھ کر اس کے گرد اکشما ہونے لگے۔

"شام کافی چڑھ گئی ہے۔" ایک آدمی نہ کریو لا۔

”معلوم ہی ہوتا ہے۔“ دوسرے نے کہا۔

دھنٹا باہر فٹ پا تھ پر پستول چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ایک ججھ... لوگ رقصہ کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فٹ پا تھ پر بھیڑ لگ گئی تھی۔ وہی نوجوان جو رقصہ کار دمال لے کر بھاگا تھا خون میں لبھڑا پڑا تھا۔ رقصہ بھی بھیڑ کو چڑیتی ہوئی اس کے پاس بچھ گئی۔

”یہی تھا۔۔۔ یہی تھا۔“ وہ جھنپ۔ ”مگر میرار دمال۔“

”اوہ تم اسی حالت میں یہاں بھی چلی آئیں۔“ ہوٹل کے فیجر نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اندر لے جانے لگا۔۔۔ وہ برابر پھینے جا رہی تھی۔ ”میرار دمال میرار دمال“ فیجر نے اسے اس کے کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

باہر فٹ پا تھ پر بھیڑ بڑھی جا رہی تھی۔ زخمی نوجوان گھری گھری سانسیں لے رہا تھا۔ گوئی سینے پر گلی تھی۔ قبل اس کے کہ اسے ہپتال لے جانے کا انتظام کیا جاتا زخمی نے دم توڑ دیا۔ سڑک کی ڈیوبنی والے دو تین کا نشیل بھی دہاں آگئے تھے۔ ان میں سے ایک کو تواںی فون کرنے چلا گیا اور بقیہ کا نشیل لاش کے قریب سے بھیڑ ہٹانے لگے۔

تحوڑی دیر بعد پولیس آگئی۔ کو تواںی انچارج اسپکٹر جکد لیش کار سے اتر لوگ لاش کے پاس سے ہٹ گئے۔

راگیروں نے واقعات بتانے شروع کئے اور پھر کسی نے نہ بہمنہ رقصہ کا بھی حوالہ دیا۔ جکد لیش لاش کو دو سب اسپکٹروں کی حفاظت میں چھوڑ کر ہوٹل کے فیجر کے پاس آیا۔

”جی ہاں۔۔۔ بظرا کا بیان ہے کہ وہ یہیں سے لکا تھا۔“ ہوٹل کے فیجر نے جکد لیش سے کہا۔

”اور وہ عورت۔۔۔!“ جکد لیش نے پوچھا۔

”وہ شاید زیادہ پی گئی ہے۔“ فیجر نے کہا۔ ”میں نے اسے اس کے کمرے میں بند کر دیا ہے۔“

”میا اس سے پہلے بھی وہ بھی اس حالت میں باہر نکل آئی تھی۔“ جکد لیش نے پوچھا۔

”بھی نہیں۔“ فیجر نے جواب دیا۔

”ہوں“ جکد لیش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

وہ فیجر کے ساتھ مصری رقصہ کے کمرے میں پہنچا۔۔۔ وہ نہم برہنگی کے عالم میں زمین پر چلت پڑی تھی۔ غالباً وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ جکد لیش نے جسم پر چادر ڈال دی اور پھر اس کی نگاہیں

کرے کا جائزہ لینے لگیں۔ زمین پر کچھ پیسے پڑے ہوئے تھے قریب ہی ایک چکدار خیبر اور ایک خالی شیشی پڑی تھی۔ جکدیش نے شیشی کو رومال سے پکڑ کر انھیا اور اُسے اپنی ٹاک کے قریب لے گیا۔

”برو ما نیڈ...!“ وہ شیشی کا لیبل پڑھتا ہوا بولا۔ ”تو اس نے بر و مائیڈ بیا ہے۔“

پھر وہ خیبر کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

”میا آپ جانتے تھے کہ وہ بر و مائیڈ استعمال کرتی تھی۔“

”بھلامیں اس کے متعلق کیا جان سکتا تھا۔“ خیبر نے کہا۔

”یہ یہاں کتنے دنوں سے مقیم ہے۔“

”ایک ہفتہ سے۔“

”اس دوران میں اس سے قبل بھی اس کا کوئی رویہ ملکوں نظر آیا تھا۔“ جکدیش نے کہا۔

”اس کے متعلق میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔“ خیبر نے کہا۔

”وہ آدمی کبھی اس کے ساتھ دکھائی دیا تھا جس کی لاش آپ ابھی دیکھے چکے ہیں۔“ جکدیش

نے پوچھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ اس کے متعلق میری معلومات محدود ہیں۔“ خیبر نے کہا۔ ”لیکن مخبر یے میں اُس دیش کو بلا تا ہوں جوان کروں پر مامور ہے۔“

”تھوڑی دیر بعد دیش آگیا۔

”تمہارا نام...!“ جکدیش نے دیش کی طرف کڑی نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

”نیم...!“

”یہاں کب سے کام کرتے ہو۔“

”تقریباً ایک سال سے۔“

”تم نے اُس آدمی کی لاش دیکھی۔“

”جی ہاں۔“

”کیا وہ یہاں کا مستقل گاہک تھا۔“

”جی نہیں۔ میں نے اُسے آج پہلے پہل یہاں دیکھا تھا۔“

”یہ تم نے کیسے کہا۔ ممکن ہے وہ اس سے پہلے بھی یہاں آیا ہو۔“ جکدیش نے کہا۔

”ہو سکتا ہے لیکن میں نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔“

”یہ تم وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو، یہ ایک بڑا ہوٹل ہے۔ دن بھر میں سینکڑوں آدمی یہاں آتے ہوں گے کیا تم ان میں سے کسی کو ایک بار یہاں دیکھ کر پھر کسی موقع پر یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ یہاں اس سے پہلے بھی آپ کا ہے۔“

”بھی نہیں.... یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔“ ویٹر نے کہا۔

”پھر آخر اس آدمی کے سلسلے میں تم اتنے وثوق کے ساتھ کیوں کہہ رہے ہو۔“ جگد لش نے پوچھا۔

”صاحب بات دراصل یہ ہے کہ میں عرصہ دراز سے ہوٹلوں میں ویٹری کر رہا ہوں۔ میری اتنی عمر آئی میں نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا جو ویٹر میں سوڈا ملا کر پیتا ہو۔“

”کیا مطلب....!“ جگد لش نے چونک کر پوچھا۔

”وہ ویٹر میں سوڈا ملا کر بیکاری رہا تھا اور اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے زندگی میں پہلی بار کسی بڑے ہوٹل میں قدم رکھا ہو۔“ ویٹر نے کہا۔

”اوہ....!“ جگد لش نے اُس کی طرف متوجہ نظر وہ دیکھا۔

”میں ہی اس کی میز پر تھا۔“ ویٹر نے کہا۔ ”اُس نے ہٹکا ہٹکا کر ویٹر اور سوڈے کا آرڈر دیا تھا.... انداز گفتگو سے بھی وہ کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں معلوم ہو تھا۔“

”کیا تم نے کبھی اُس کے ساتھ دیکھا تھا۔“ جگد لش نے بیوہش رقصہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”بھی نہیں۔“

”بھی وہ یہاں اس کے کمرے میں بھی دکھائی دیا تھا۔“

”بھی نہیں مجھے تو بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔“

”ہوں....!“ جگد لش کچھ سوچتا ہوا بولा۔ ”اُس رقصہ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔“

ویٹر اس کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ اس کے سوال کو سمجھا رہا ہو۔

”کیا تم انہیں کروں کی دیکھ بھال پر بامور تھے۔“

”بھی ہاں۔“

"بیہاں ان کروں میں کوئی اُس سے ملتے آتا تھا۔"

"بہترے آتے تھے لیکن یہ کسی سے ملتی نہیں تھی۔"

"اس کی کوئی الگی حرکت جو تمہاری نظروں میں ملکوں ہو۔" جگدیش نے اُس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ویٹر کچھ سوپنے لگا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ کسی چیز کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ذہنی کلکش میں بجا ہو۔

"حالانکہ یہ ایک ویٹر کے لئے بہت ہی میعوب اور قابل اعتراض بات ہے۔" وہ نہ امت آئیز لجھے میں بولا۔ "لیکن میں بعض اوقات اس سے کمرے میں...!"

ویٹر نے رک کر نیجر کی طرف گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"کہو کہو.... رک کیوں گئے۔" نیجر بولا۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ اسے تھائی میں بھوے گھنٹو کرنے کا موقع دیں۔" جگدیش نے نیجر سے انگریزی میں کہا۔ "ممکن ہے کہ میں ابھی پھر آپ کو تکلیف دوں۔"

"بہتر ہے۔" نیجر نے کہا اور نیچے چلا گیا۔

"ہاں اب کہو۔" جگدیش نے ویٹر سے نرم لجھے میں کہا۔

"نیجر صاحب کے سامنے میری زبان رک گئی تھی اور یہ قدرتی بات ہے۔ بھلامیں یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ میں کرایہ داروں کے کروں میں جھانٹا کرتا ہوں۔" ویٹر نے کہا۔

"خیر خر آگے کہو۔" جگدیش بے چینی سے بولا۔

"بعض اوقات وہ الگی حرکتیں کرتی تھی کہ میں اُس کے کمرے میں جھانکنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اُس کا دستور تھا کہ وہ روزرات کو "ناچ" کے بعد اپنے کمرے میں آکر کوئی چیز چھپتی تھی پھر یا لو بالکل برہنہ ہو جاتی تھی یا صرف شلوار پہننے رہتی تھی۔ اس کے بعد وہ کچھ پیسے ہوا میں اچھال کر زمین پر بیٹھ جاتی تھی اور پھر ایک رومنال نکال کر کچھ دیر اُسے چوٹی چاٹتی رہتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کچھ بڑو بولایا بھی کرتی تھی۔ اکثر پاگلوں کی طرح قبیلہ لگا کر اپنا جسم نوپنے لگتی تھی۔"

ویٹر خاموش ہو گیا۔

"لیا وہ اس حالت میں کبھی نیجر بھی نکالا کرتی تھی۔" جگدیش نے پوچھا۔

"مجھے تو کوئی ایسا موقعہ یاد نہیں۔" دیش نے کہا۔

"اچھا تم تم جاسکتے ہو۔" جگدیش نے دیش سے کہا اور پھر اپنے قریب کھڑے ہوئے سب انپکٹر سے کہا۔ "عجیب معاملہ ہے..... رومال کا تذکرہ اس نے بھی کیا ہے اور رومال رومال چھین ہوئی وہ بھی اپنے کمرے سے نکل کر بھاگی تھی۔ تو کیا وہ دراصل اس کا رومال چھین کر بھاگا تھا۔ اول تو سیکی چیز مغلکہ خیز ہے کہ وہ دیش میں سوڈا ملا کر پی رہا تھا وسرے یہ کہ وہ اس کا رومال چھین کر بھاگا اور پھر کسی نے اسے قتل بھی کر دیا بھی میرے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"معاملہ واقعی عجیب ہے۔" سب انپکٹر نے کہا۔

"اچھا تم سیکی کرے میں نظر ہو۔ یہاں کی کوئی چیز اپنی جگہ سے پٹنے نہ پائے اور اگر اس دوران میں یہ ہوش میں آجائے تو اسے سیکی روک کر رکھنا۔" جگدیش سب انپکٹر کو ہدایات دے کر نیچے چلا گیا۔

سب انپکٹر حیرت سے کمرے میں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نگاہیں بیہوش رقصہ کے جوان پھرے پر جم گئیں۔ دھنٹا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے برابر والے کمرے میں کوئی عورت جی رہی ہو۔ "مجھے چھوڑ دو..... چھوڑ دو..... ورنہ میں زور سے جیخ دوں گی۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دو آدمی ہاتھ پاپی کر رہے ہوں۔ عورت کی آواز پھر سنائی دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسکی آواز اس طرح گھٹ کر رہ گئی جیسے کسی نے اُسکے منہ پر باتھ رکھ دیا ہو۔

سب انپکٹر جھپٹ کر کمرے سے باہر نکلا لیکن آواز کدھر سے آئی۔ کیونکہ برابر والے دونوں کمرے باہر سے مغلل تھے۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔... پورا برآمدہ سنان تھا۔ کروں کے رہنے والے شائد قتل کے حداثے کے متعلق معلومات بھی پہنچانے کے لئے نیچے چلے گئے۔ سب انپکٹر لوٹنے والاتھا کہ اسے ایک عورت کی تیز جیخ سنائی دی۔ یہ آواز اسی رقصہ کے کمرے سے آئی تھی۔ سب انپکٹر دوڑتا ہوا کمرے میں آیا اور پھر اس کے منہ سے جیخ نکل گئی۔ وہی خبر وہ جسے زمین پر چھوڑ گیا تھا رقصہ کے سینے میں پیوست تھا اور وہ تڑپ رہی تھی۔ اس نے دو تین بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب انپکٹر کی طرف دیکھا اور پھر گردن ایک طرف ڈال دی۔.... وہ مر بھی تھی۔... سب انپکٹر دوڑتا ہوا نیچے گیا۔

انپکٹر جگدیش بوكھلا گیا۔.... وہ سب انپکٹر پر برس پڑا۔ آخر وہ اسے چھوڑ کر باہر گیا ہی کیوں

تحا۔ اس نے ہوٹل کے سارے دروازے بند کر دیئے اور ایک ایک کونہ چھان بارا لیکن کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جسے تک کی بنا پر گرفتار کیا جاسکتا۔ اوپر کے کروں میں اس رقصہ کے علاوہ کوئی دوسری عورت تھی ہی نہیں.... پھر آواز کہاں سے آئی تھی.... جلدیں کو اختلاج سا ہونے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے.... آخر کار اس کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ ایشیاء کے جوان سال اور مشہور جاؤں اسکے فریدی کو فون کرے۔ لیکن اس وقت ایک بیج رہا تھا.... کیا فریدی اپنا آرام چھوڑ کر اس وقت چلا آئے گا۔ اس نے سوچا.... لیکن پھر کرتا ہی کیا.... اس نے فریدی کو فون کر دیا۔

## سر بنتھاں

صحیح کے سات بجے تھے۔ سردی شدید تھی۔ اسکے فریدی اپنے کمرے میں آتشدان کے پاس بیٹھا اونگھے رہا تھا۔ پہچلی رات وہ سونے ہی جا رہا تھا کہ اسے ٹلی فون پر جلدیں کا پیغام ملا تھا اور پھر اس نے باقی رات دلکشا ہوٹل ہی میں گزار دی۔ اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ جائے واردات پر وہ کسی خاص نیتی پر پہنچ سکا تھا۔ حالات کی چیزیں اور انوکھے پن کی وجہ سے اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ یہ چیز اس کے لئے بہت ہی عجیب تھی کہ ایک رومال کے سلسلے میں دو قتل ہو گئے اور پھر اس مصری رقصہ کا عجیب و غریب روایہ؟ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ قتنیش کا رخ کدھر موڑے۔ کیس حد در جد دلچسپ تھا۔

حمدیا بھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ وہ رات ہی سے غائب تھا۔ اور ہر کچھ دنوں سے اس کا کچھ عجب حال تھا۔ وہ کافی رات گئے واپس آیا کرتا تھا اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ صحیح ہی کو اس کی صورت دکھائی دیتی۔ فریدی کا خیال تھا کہ شاید اس دوران میں اس کی رگ محاشرت پر پھر پھر کرنے لگی۔ اس نے کتنی بار اس سے اس آوارگی کی وجہ بھی پوچھی لیکن اس نے کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔

اس وقت فریدی سوچ رہا تھا کہ اگر حمید اس کے ساتھ ہو تو کل رات ہی کو کسی نہ کسی طرح وہ معاملے کی تہہ تک ضرور پہنچ جاتا کیونکہ بعض لا قیت اس کی احتفاظہ حرکتیں اسے کسی صحیح

نئیے پر جانچنے میں مدد دیتی تھیں۔

وہ آتش دا ان کے سامنے بیٹھا او گھٹا رہا۔ اس دوران میں تو کرنے آکر آگ میں کچھ اور ایندھن ڈالا اور چلا گیا لیکن اسے خبر نک نہ ہوتی۔ وہ صرف سوچ رہا تھا اور اس سوچ نے اسے اپنے گرد و پیش کی فضائے بالکل بے نیاز کر دیا تھا۔ دفعتاً برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور حمید سکراتا ہوا کرے میں داخل ہوا۔ فریدی اب بھی اسی طرح او گھر رہا تھا حمید اس کے قریب گیا اور جگ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی نے آنکھیں کھول دیں.... اور حمید یو کھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ فریدی کی آنکھیں سرخ تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دود بکتے ہوئے انگارے ہوں۔

”ادھر آؤ....؟“ فریدی تھکپانہ لجھے میں بولا۔ ”کر سی ادھر کھیچ لاؤ۔“  
”حمد کری کھیچ کر خاموشی سے اس کے قریب بیٹھ گیا۔  
”کہاں تھے۔“

”کہیں نہیں.... یو نہی ذرا۔....“

”یو نہی ذرا۔“ فریدی نے گھور کر کہا۔ ”ٹھیک ٹھیک ہتاو۔“

”کیا آج موڑ کچھ خراب ہے۔“ حمید سکرا کر بولا۔

”جو میں پوچھ رہا ہوں اُس کا جواب دو۔“ فریدی نے کہا۔

”اگر میں جواب دینے سے صاف انکار کر دوں تو۔“

”میں فضول بکواس نہیں پسند کرتا۔“ فریدی نے جھنگلا کر کہا۔

”تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے بھی عادی ہو جائیں گے۔“ حمید نے حمیدگی سے کہا۔

فریدی اسے گھورتا رہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں رات آپ کے ساتھ نہ ہوں۔“ حمید نے کہا۔

”تو تمہیں اس کی اطلاع ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اچھی طرح۔“ حمید نے کہا۔ ”کیا آپ نے آج کا اخبار ابھی تک نہیں دیکھا۔“

”نہیں ابھی نہیں۔“

”خبر میں یہ بھی ہے کہ اپنکٹ فریدی اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“

”میں تو عاجز آگیا ہوں ان اخبار نویسیوں سے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ میں بھی رومالوں کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں۔“ حمید بولا۔

”کیا مطلب....!“ فریدی نے چونک کر کہا۔ ”تم رات تھے کہاں۔“

”ہائی سر کل ہاتھ کلب میں ....!“ حمید نے جواب دیا۔

”مگر رومالوں کا چکر کیسا....!“ فریدی نے پوچھا۔

”وہی بتانے جا رہا تھا۔“ حمید بولا۔ ”میں چار دن سے ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگا ہوں جو عورتوں کے رومال چڑایا کرتا ہے اور آپکو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں لیکن وہ ایک معمولی چور یا جیب کترے کی طرح فیشن ایبل عورتوں کے دستی رومال اڑایا کرتا ہے۔“

”آخر وہ ہے کون....؟“ فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”ایک معزز اگر یہ سر بیتحال ہیور تھے....!“

”سر بیتحال....سر بیتحال....!“ فریدی کہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر دلی ہوئی بے چینی کے آثار تھے۔

”سر بیتحال....!“ فریدی نے ایک بار پھر دھر لیا اور حمید سے پلٹ کر بولا۔ ”تم نے کب اُسے رومال چڑاتے دیکھا تھا۔“

”کہہ تو رہا ہوں کہ کئی دونوں سے۔ اُس نے کلب ہی میں درجنوں عورتوں کے رومال چڑائے ہوں گے۔“

”اور تم برابر اُس کا پیچھا کرتے رہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ ایک قدرتی امر تھا۔ کسی بڑے آدمی کو اتنی ذلیل حرکت کرتے دیکھ کر یقیناً حیرت ہو گی اور پھر رومال کی حیثیت ہی کیا۔... ایک خطاب یا فتح امیر آدمی اگر اسی حرکتیں کرنے لگے تو خواہ مخواہ اُس کی وجہ دریافت کرنے کو دل چاہے گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی وجہ نہ دریافت کر سکا۔“

”کل رات بھی تم اُس کے پیچھے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں....!“

"کس وقت تک۔"

"دو بیج تک....!" حمید بولا۔ "وہ تقریباً دو بیج کلب سے انٹھ کر گیا تھا۔"

"وہ اس وقت تک وہاں کرتا کیا رہا۔" فریدی نے پوچھا۔

"برچ کھلی رہا تھا.... لیکن کل رات کو اس نے کسی کارروال غائب نہیں کیا حالانکہ اسے اس کے بہت سے موقع نصیب ہوئے۔"

"وہ کلب میں کس وقت سے تھا۔"

"تو بیج سے۔"

"اور اس دوران میں وہ کہیں باہر نہیں گیا۔"

"نہیں....!"

فریدی کسی سوق میں پڑ گیا۔ وہ مظہر بان انداز میں کمرے میں ٹھیل رہا تھا۔

"تم جانتے ہو سر پنجھال کون ہے؟" فریدی اتنے دھنلاپٹ کر حمید سے پوچھا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک خطاب یافتہ آدمی ہے اور بغرض سیاحی یہاں آیا ہے۔"

حمید نے کہا۔

"اس نے مصری آثار قدیمہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لکھی ہو گی۔" حمید نے لاپرواںی سے کہا۔ مجھے تو اس کی اس عجیب و غریب حرکت سے

دھچکی ہے۔"

"اور وہ صحیح انسل اگر زیر بھی نہیں.... وہ دراصل جرمن ہے اسے اپنے نانا کا خطاب سع

جا سید اور اتنے میں ملا ہے اس کا نانا اگر زیر تھا۔"

"تو کیا وہ صحیح انسل اگر زرنہ ہونے کی بنا پر رومال چڑاتا ہے۔" حمید نے فس کر پوچھا۔

"یہ بات اتنی اہم نہیں ہے جتنی کہ اس کی مصری آثار قدیمہ والی کتاب۔"

"بھلا ان دونوں میں کیا رہ۔"

"وہی ریط جو ایک مصری رقصہ کے رومال اور اس رومال چڑانے والے میں ہو سکتا ہے۔"

"اوہ....!" حمید اچھل کر بولا۔ "تو آپ اتنی دور بھی گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس شہر میں

اچاک رومال بازی کیوں شروع ہو گئی۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔

”رمال کا واقع مخفی خیز یا نشے کی جگ نہیں معلوم ہوتا۔“ فریدی بڑھ لیا۔ ”اس کی اہمیت کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔“

”اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن یہاں سارے سارے جنت کی شامت ضرور ہے۔“ حمید بولا۔

”میں جانتا ہوں“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”اگر وہ عورتوں کے ردمال نہ چر اتا ہوتا تو شام کم اس کی طرف دھیان نہ دیتے۔ ہے نامی بات۔“

”حضور والا سو فیصدی بھی.... مجھے دراصل یہی چیز اتنی راتوں تک جگاتی رہی کہ آخر وہ صرف عورتوں ہی کے ردمال کیوں چر اتا ہے۔“

”لیکن تمہاری اس حماقت نے مجھے ایک راستہ دکھادیا۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”اور یہ بھی واضح رہے کہ اب میں اپنے فرض سے سکند و ش ہو گیا۔ اس راستے پر چلنے کی سکت مجھ میں نہیں۔“

”خیر آج رات کو کلب تک تو مجھے لے ہی چلو گے۔“ فریدی نے کہا۔

”آگئی مصیبت....!“

”کل تک مصیبت نہیں تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود سے ساری ساری رات مارے پھر واگر میرا ساتھ ہو گیا تو جان لٹکنے لگتی ہے۔“

”خیر فی الحال تو بھوک لگ رہی ہے۔“ حمید نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ فریدی بھی برآمدے میں آگیا۔ شیو وغیرہ کرنے کے بعد ناشتہ کرنے چلا گیا۔

آفس میں پوست مارٹم کی روپورٹ ملی۔ حینہ کی موت برداشت کی زیادہ مقدار پلی جانے کی وجہ سے واقع ہوئی تھی اور مقتول نوجوان کا معاملہ تو ظاہر تھا۔ دو بجے کے قریب جگدیش نے فریدی کو فون پر بتایا کہ وہ نوجوان ایک آن پڑھ تھا۔ اس کے ساتھیوں سے استفسار پر معلوم ہوا تھا کہ حادثے کی شام کو ایک اچھی حیثیت کا آدمی اُسے اس کے مکان سے بلا کر لے گیا تھا۔ لیکن وہ اُس آدمی کا حلیہ نہیں بتا سکے۔

فریدی نے اس نئی اطلاع پر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا اندازہ تو اُس نے دیکھ کے بیان ہی سے لگایا تھا کہ مقتول ایک اناڑی آدمی تھا اور خاص مقصد کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔

اس مقصد کے حصول پہلے سے اس نے قتل کر دیا گیا کہ کہیں اصل مجرم یا مجرموں کا راز فاش نہ ہو جائے۔... حینہ کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتا تھا۔... اُسے تو دراصل اُس رومن نے الجھار کھاتھا جس کی وجہ سے دو جانیں چلی گئیں۔... آخر وہ رومال کیسا تھا۔

فریدی دن بھر اسی سمجھی کو سمجھانے میں مشغول رہا۔

شام کو تقریباً سات بجے وہ حید کو لے کر گھر سے نکلا۔ نوبجے تک دونوں ادھر ادھر گھونٹتے رہے پھر انہوں نے ہائی سر کل ٹائٹ کلب کا رخ کیا۔ اس کلب میں زیادہ تر اونچے طبقے کے لوگ آتے تھے۔ ان میں سرکاری افراد سے لے کر تاجر تک ہوا کرتے تھے۔ اس میں قانون کے وہ محافظ بھی آکر دادا عیش دیا کرتے تھے، جو پرانی عورتوں پر ڈاکے ڈالنے کو قانون مخفی سمجھتے تھے۔ شہر کے اونچے گھروں کی عورتیں یہاں آکر رنگ روپیاں منایا کرتی تھیں۔ یہاں دنیا کا ہر نہاد اکام ہوتا تھا لیکن قانون کی اجازت سے۔

فریدی اور حید ایک خالی میز کے گرد بیٹھے گئے۔ ویران کے پاس آیا۔ فریدی نے اُسے کچھ کھانے پینے کی چیزوں اور تاش کے چوس کا آرڈر دیا۔

تحوڑی دیر بعد وہ دونوں بیٹھے فلاں کھیل رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک جوان جوڑا بھی آکر ان کے کھیل میں شریک ہو گیا۔ گیارہ بجے گئے لیکن سرپھال کا کہیں پہنچتا تھا۔

فریدی کی آنکھ بڑھتی گئی آخر کار اُس نے کھیل ختم کر دیا۔ وہ دراصل کسی طرح اُس نوجوان جوڑے سے چھپا چھڑانا چاہتا تھا۔ کھیل کے اختتام پر وہ دونوں اٹھ کر ایک دوسری میز پر چلے گئے اور فریدی سکار سکار کر کر سی کی پشت سے نک گیا۔ حید اٹھ کر تمباکو نوشی کے کمرے اور دوسرے ماحفظہ کروں میں پکڑ لگانے لگا۔ جب وہ واپس آیا تو فریدی اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ حید بیٹھ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔

”آپ کے ساتھی کہہ گئے ہیں کہ آپ ان کا انتظار نہ کریں۔“ ایک دیر نے آکر حید سے کہا اور حید جھلا اٹھا۔ آخر اس کا مطلب۔ اب وہ احتملوں کی طرح چپ چاپ گھر لوٹ جائے اور وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ابے پیدل ہی گھرنے والیں جانا پڑے بھلا فریدی نے کار کیوں چھوڑی ہو گی۔ آخر اس نے میکی فیصلہ کیا کہ وہ گھر جائے گا ہی نہیں۔

وہ پھر ایک میز پر جا کر فلاں میں جم گیا۔ حالانکہ وہ کبھی فلاں کھیلنا نہیں تھا لیکن وقت گزاری

کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے۔ آخر دھر جا کر بھی کیا کرتا۔ ادھر کچھ دنوں سے رات میں جانے کی عادت بھی پڑ گئی تھی۔

تقریباً بارہ بجے سر بتحال کلب میں داخل ہوا۔ اُس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پکن رکھا تھا اور سر پر نیلی قلفت ہیت تھی۔ سر بتحال متوسط قد کا ایک قوی الجذب آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پیچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ اُس کے ساتھ ایک انگریز اور تھا۔ دونوں ایک خالی میز کے قریب بیٹھے۔ سر بتحال نے چاروں طرف ایک اچھتی سی نظر ڈالی اور پاس کھڑے ہوئے دیش سے کچھ کہنے لگا۔ حمید سنجھل کر بیٹھے گیا۔ چند لمحوں کے بعد دیش ایک کشتی میں شراب کی بوائل اور گلاس لے کر آیا۔ دونوں نے گلاس بھرے اور انہیں ہولے ہولے تین بار نکرانے کے بعد ہوتوں سے لگالیا۔ دو دنوں شراب پیتے رہے۔ آہستہ آہستہ وہ کچھ باقی بھی کرتے جا رہے تھے۔

بوائل خالی ہو جانے کے بعد سر بتحال نے کاؤنٹر پر جا کر قیمت ادا کی اور پھر دونوں لڑکھراتے ہوئے باہر جانے کے لئے آگے بڑھے اس دوران میں حمید اپنی میز سے انٹھ کر دوسرا طرف جا پا تھا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے وہ سائے کی طرح ان کے پیچے لگ گیا۔

حمد سمجھا تھا کہ شاید وہ کار لائے ہوں گے لیکن اس کا خیال غلط تھا کیونکہ وہ پیدل جا رہے تھے۔ سر بتحال کے ساتھی کی حالت نش کی وجہ سے دگر گوں ہو رہی تھی۔ سر بتحال نے اُسے سہارا دے رکھا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید اس کا ساتھی ایک قدم بھی آگے نہ چل سکتا۔ اس کا ساتھی کچھ عجیب مخلل و صورت کا آدمی تھا۔ وہ تھا تو انگریز لیکن اس کی ڈاڑھی بالکل ہندوستانی سادھوؤں جیسی تھی۔ سمجھنی اور بد وضع جیسے اُس پر کبھی قیچی نہ چلی ہو۔ حمید کے لئے اُس کی ڈاڑھی خاص طور پر معبد بنی ہوئی تھی۔ اس نے بتیرے انگریزوں کو ڈاڑھی رکھے ہوئے دیکھا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی ڈاڑھی کی طرف سے اتنا لاپرواہ نہیں نظر آیا تھا۔

حمد ان کا تعاقب کر رہا تھا جب تک وہ لوگ شارع عام پر چلتے رہے حمید کو دیکھنے کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ سڑک کے کنارے گلے ہوئے بھلی کے سمجھے اُسے بہت زیادہ محاط رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اچانک ان لوگوں نے سڑک چھوڑی اور پائیں طرف مڑ گئے۔ یہ ایک پتلی سی تاریک گلی تھی۔ درودیہ اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ یہاں اتنی تاریکی تھی کہ آگے جانے والے دکھانی نہیں دے رہے تھے۔ حمید صرف قدموں کی چاپ سن رہا تھا۔ وہ قدموں کی آہٹ کا

تعاقب کرتا رہا۔۔۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھیں جیت سے بچنی رہ گئیں۔ گلی کے انتظام پر تاروں کی چھاؤں میں اُسے صرف ایک آدمی دکھائی دیا۔ سر پتحال لیکن اُس کا دوسرا ساتھی۔۔۔ وہ کہاں گیا۔ سر پتحال نے اُسے کہاں تھوڑا۔ قدموں کی آواز تو ایک سینہ کے لئے بھی نہیں تھی تھی۔ آخر اُس نے اُسے کہاں اور کس طرح تھوڑا۔ حمید کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔۔۔ لیکن وہ غیر ارادی طور پر سر پتحال کا تعاقب کرتا ہی رہا۔ اب وہ پھر ایک سڑک پر چل رہا تھا۔ یہاں کوئی ایسی جگہ بھی نہ تھی کہ جس کے سہارے چھپ کر وہ تعاقب جاری رکھ سکتا۔ بیکل کے محبووں کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ قصد اس سر پتحال سے کافی فاصلے پر چل رہا تھا۔ وفتحا ایک کار اس کے قریب سے گذری اور سر پتحال کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ سر پتحال اُس پر بیٹھ گیا اور کار پھر چل پڑی۔ سڑک پر پھر ناتانی چھا گیا۔ حمید چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اُبی تاریک گلی میں داخل ہو گیا جہاں سے وہ سر پتحال اور اس کے ساتھی کا چیخا کرتا ہوا اندر رہا۔ اُس نے ایک چھوٹی سی نارج نکالی اور اس کی روشنی میں راستہ دیکھتا ہوا اپنے لگا۔ اب بھی اُس نے آدمی کی ٹیکے کی تھی کہ وفتحا اُسے رک جانا پڑا۔ اس کی نارج کی روشنی ایک اونڈھے پڑے ہوئے آدمی کے گرد دائرہ بناتی تھی۔ حمید جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا۔ اُس کے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا۔۔۔ کیا سر پتحال نے اُسے یہاں ڈال دیا۔۔۔ وہ اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کے منہ سے جیت کی جیخ نکل گئی۔ یہ سر پتحال کا ساتھی نہیں بلکہ کوئی اور انگریز تھا۔ اُس کے سر سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سر میں گہری چوٹ کھانے کے بعد بیہو ش ہو گیا ہو۔

حمدی ادھر اور روشنی ڈالنے لگا۔ اس علاقے میں زیادہ تر تجارت پیشہ انگریز اور پارسی رہتے تھے۔ تمام دروازے بند تھے سوائے ایک مکان کے جس کے سامنے وہ انگریز پڑا تھا۔ حمید نے دروازے کے اندر روشنی ڈالی ایک جگہ سوچ بورڈ لگا ہوا نظر آیا جس میں سکھنی لگی ہوئی تھی۔ حمید نے اندر جا کر سکھنی کا بیٹن دیایا اور اندر کہیں دور سکھنی بجتنے کی آواز سنائی دی۔ حمید کو تقریباً پندرہ منت تک کھڑے ہو کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کئی بار سکھنی بجائی پڑی۔۔۔ اور پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی اندر کے کمرے میں کسی نے بکلی جلائی اور دروازہ کھلا۔ حمید کے سامنے دروازے میں ایک متوسط عمر کی انگریز عورت شب خوابی کا لبادہ پہنچنے کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے۔" اُس نے ایک ہندوستانی کو اتنی رات گئے اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"تمہارے مکان کے سامنے ایک زخمی آدمی بیہوش پڑا ہے۔" حمید نے اس سے کہا۔  
"تو میں کیا کروں۔" وہ جھلا کر بولی۔

"بات یہ ہے کہ وہ بھی ایک انگریز معلوم ہوتا ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔  
"اوہ..... کہاں.....!" وہ آگے بڑھ کر حیرت سے بولی۔

"حمید نے تاریخ کی روشنی بیہوش آدمی پر ڈالی اور عورت چین پڑی۔  
اوہ..... شوی..... یہ اسے کیا ہوا۔" وہ اُس پر جھپٹی۔

"لیا تم اسے پہچانتی ہو۔" حمید نے پوچھا۔  
"پہچانا کیسا.....!" عورت چین کر بولی۔ "یہ میرا شوہر ہے..... مگر یہ یہاں کہاں۔"

"کیوں؟ کیا اسے کہیں اور ہونا چاہئے تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"تھا..... تم میری مدد کرو..... ہم اسے اندر لے جائیں گے۔" عورت نے ملتجانہ انداز میں حمید سے کہا۔

دونوں اُسے انداز کر اندر لے آئے۔ حمید نے اسے صوف پر ڈال دیا۔  
عورت اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگی۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" حمید نے پوچھا۔

"میں بہت پریشان ہوں۔" عورت بولی۔ "فی الحال کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی....." تھمارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے مجھے چکانے اور اسے یہاں لانے کی تکلیف گوارا کی۔"

اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب وہاں حمید کی موجودگی پسند نہیں کرتی۔

"مادام مجھے افسوس ہے کہ میں اس کے متعلق ضروری معلومات بھی پہنچائے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں.....!" وہ تیز لمحے میں بولی۔

"کیونکہ اس قسم کے واقعات کی اطلاع پولیس کو دینا میرا فرض ہے۔"

"مگر میں اسے ضروری نہیں سمجھتی۔" عورت گھبرائے ہوئے لمحے میں بولی۔

"تعجب کی بات ہے کہ تمہارا شوہرات نے اسرار طریقے پر زخمی ہو گیا اور تم اس کی اطلاع پولیس کو دینا ضروری نہیں سمجھتیں۔"

"تمہیں اس سے کیا۔" وہ تیز لمحے میں بولی۔ پھر دفعتاً سنجھل کر کہنے لگی۔ "میرا دماغ اس وقت ٹھیک نہیں مجھے تم سے ایسے لمحے میں گفتگونہ کرنی چاہئے..... میں پولیس کو اس کی اطلاع دینا اس لئے غیر ضروری سمجھتی ہوں کہ....!"

"ہاں ہاں کہو....!" حمید بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ اندر میں ٹھوکر کھا کر گرپا ہو اور سر میں چوت لکنے کی وجہ سے بیوٹی آگئی ہو۔" عورت بولی۔

"چوت سر کے پچھلے حصے میں لگی ہے۔" حمید نے کہا۔ "اور میں نے اسے زمین پر اونڈھا پڑا ہوا پیاسا تھا۔ لہذا اگر گرنے کی وجہ سے چوت آئی ہے تو اسے پیشانی یا سر کے اگلے حصے پر ہونا چاہئے تھا۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" عورت جھنجلا کر بولی۔ "تمہیں ان سب باتوں سے کیا مطلب....!"

"سمجا....!" حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلاکر کہا۔ "شاید تم اس سے طلاق لینے کا کوئی معقول بہانا نہیں پیدا کر سکیں۔"

"کیا مطلب....!" عورت جھیکر بولی۔

"تیور پ کی عورتیں... خصوصاً انگریز... جب اپنے شوہروں سے عاجز آ جاتی ہیں تو کسی وجہ سے طلاق نہ لے سکتے کی بناء پر اکثر انہیں قلہی کراویتی ہیں۔" حمید نے پہ سکون لمحے میں کہا۔

"مت بکو۔" عورت بے ساختہ چینی۔ "میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"اس طرح تم دسر اجرم کرو گی۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اوہ....!" عورت جھلاہٹ میں سر پیشی کی۔ پھر تیزی سے بولی۔ "یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں تمہارے شوہر کی بیوٹی کی معقول وجہ جانے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتا۔"

"نکلو....!" وہ حمید پر بچھنی۔ "فوراً نکلو یہاں سے۔"

وہ حمید کو دھکیلتی ہوئی دروازے سک لائی۔

"اس سے کام نہیں چلے گا۔" حمید نے آہت سے کہا۔ "میں پولیس کا آدمی ہوں۔"

"پولیس....!" وہ چوک کر بچھنے ہی۔ لیکن پھر سنجھل کر بولی۔ "کیوں میری پیشانیوں میں

اضافہ کر دے ہو.... تم نہیں دیکھتے کہ میرے شہر کی کیسی حالت ہے۔"

"میں تمہاری مدد کرتا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"کیا مدد کرنے کا بھی طریقہ ہے۔" عورت تیزی سے بولی۔

"برائٹی...!" حمید گا صاف کرتے ہوئے بولا۔ "آسے تھوڑی برائٹی دو۔"

"میں سب کچھ کر لوں گی تم جاسکتے ہو۔" عورت نے بیزاری سے کہا۔

"خیر میں جادہ ہوں۔" حمید دروازے کی طرف مرتا ہوا بولا۔ "لیکن پولیس جسمیں پریشان

ضرور کرے گی۔"

"ٹھہر دو...!" عورت نے کہا۔

حمدید کراس کی طرف مڑا۔

"آسے اسکے کمرے تک پہنچانا ہے۔ میں اسکے نالے جا سکوں گی۔" حمید مسکرا کر آگے بڑھا۔

دونوں نے آسے پھر اٹھایا اور ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آئے۔ یہ کمرہ اپری منزل

میں واقع تھا۔ آسے ایک مسکری پر لانا دیا گیا۔

"تم نہیں ٹھہر دو...! میں برائٹی لے کر آتی ہوں۔" عورت نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

حمدید ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دفعتاً ایک خیال اُس کے ذہن میں پیدا ہوا اور اُس کے جسم میں سننا ہٹ دوڑ گئی۔ جسم کے سارے روئیں کھڑے ہوتے معلوم ہوئے وہ انھ کر تیزی سے کھڑکی

کے قریب آیا۔ دوسری طرف چھجا تھا... وہ پھر مڑا اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔ وہ

سوچنے لگا.... کمرے کے باہر کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور حمید لوہے کی مسکری کے نیچے

کھس گیا جس کے چاروں طرف چادر لٹک رہی تھی۔

"ارے کہاں گیا۔" عورت کی آواز سنائی دی۔

"نکل گیا...!" کوئی مرد بولا۔

"اوہ...! میں نیچے کا دروازہ کھلا چھوڑ آئی تھی۔"

"وہ ضرور کوئی چور تھا۔" مرد اس طرح جیسے کربولا جیسے آس پاس کے کروں تک اپنی آواز

پہنچانا چاہتا ہو۔

"نیچے کا دروازہ بند کر آؤ۔" دوسرا مرد بولا۔

یہ دونوں سترست اور قد آور تھے۔ ان میں سے ایک کوئی ملٹری آفیسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ اتنی رات گئے تک اپنی فوجی وردی ہی میں تھا۔ اس نے دوسرے آدمی کی طرف گھور کر دیکھا اور وہ کمرے سے چلا گیا۔

”ثیوی نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔“ اس نے بیہوش انگریز کی طرف اشارہ کر کے عورت سے کہا۔

”مگر وہ اس وقت باہر کہاں گیا تھا۔“ عورت بولی۔ ”میں سمجھی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں سو رہا ہو گا۔“

”تمہیں یہ سمجھنے کی ضرورت نہیں۔“ ملٹری آفیسر بولا۔

”لیکن وہ آدمی کہاں گیا؟“ عورت نے کہا۔

”نکل گیا۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ تم سے ہمدردی جتا کر کچھ روپیہ ایمنٹھنا چاہتا تھا۔“

”اس نے تو کہا تھا کہ وہ پولیس کا آدمی ہے۔“

”تم ان مشرقوں کو نہیں جانتیں۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔ ”مگر.... مگر.... ثیوی کو زخمی کرنے کیا۔“

”تم آخر بتاتے کیوں نہیں۔“ عورت بولی۔ ”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

”تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہ ہوئی چاہئے۔“ ملٹری آفیسر نے کہا۔

”کیوں نہ ہوئی چاہئے۔“ عورت جلا کر بولی۔ ”تم لوگ کوئی خطرناک کام کر رہے ہو۔“

”اوہ تم غلط سمجھیں۔“ ملٹری آفیسر نرم لبھ میں بولا۔ ”تم جانتی ہو کہ یہاں کے کئی دیسی تاجر ثیوی کے دشمن ہو رہے ہیں۔“

”لیکن وہ اس وقت کہاں گیا تھا.... اور تم لوگ اس وقت تک کیوں جاگ رہے ہو۔ تم نے اپنا بال بس کیوں نہیں تبدیل کیا۔ تم نے ابھی یہ کیوں کہا تھا کہ ثیوی نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔“ عورت ایک سانس میں سب کچھ کہے گئی۔

”تم بھی بعض اوقات بہت مسحکہ خیز ہو جاتی ہو۔“ ملٹری آفیسر ہنس کر بولا۔

”ماق میں ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔“ عورت تیز لبھ میں بولی۔

"ہمیں نبھی کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔" یہ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ ملٹری آفیسر نے منہ بنا کر کہا اور مسہری کے قریب آگیا۔  
 اتنے میں وہ دوسرا آدمی بھی آگیا، جو دروازہ بند کرنے گیا تھا۔  
 "میں نے مکان کا کونا کونا دیکھ لالا۔" اُس نے کہا۔  
 "برائٹی لاو۔" ملٹری آفیسر بولا جو نبھی کے اوپر جھکا ہوا تھا۔  
 "میں پوچھتی ہوں آخر یہ سب ہے کیا۔" عورت مضطربانہ انداز میں بولی۔  
 "بھلا میں کیا ہتا سکتا ہوں۔" ملٹری آفیسر جھنجھلا کر بولا۔ "میں تو اپنے کرے....!"  
 "سور ہے تھے۔" عورت طنزیہ انداز میں اُس کی بات کاٹ کر بولی۔ "تمہیں صحیح میدان جنگ  
 میں جانا ہے نا۔ اس لئے تم وردی پہن کر سوئے تھے.... اور اتنی احتیاط سے لینے تھے کہ کپڑوں میں  
 ایک ٹھنک بھی نہیں دکھائی دیتی۔"

ملٹری آفیسر پس پڑا۔

"تم لوگوں نے میرا دماغ خراب کر دیا۔" عورت جھلا کر بولی۔ "ایک گھنٹہ گزر گیا لیکن ابھی تک  
 اسے ہوش نہیں آیا۔ معلوم نہیں باہر کتنی دیر سکتی ہے۔ بیوشاں پڑا رہا... کسی ڈاکٹر کو کیوں نہیں لاتے۔"  
 تھوڑی دیر بعد نبھی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور اسے ہوش آیا۔ عورت نے کچھ بولنا چاہا۔  
 لیکن ملٹری آفیسر نے اشارے سے منع کر دیا۔  
 "میں کہاں ہوں۔" نبھی بھرائی ہوتی آواز میں بولا۔

"اپنے کرے میں۔" عورت جلدی سے بولی۔ "تم گلی میں بیوشاں پڑے تھے۔" نبھی کچھ  
 سوچنے لگا پھر اُس نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" عورت آگے بڑھ کر بولی۔  
 "فون....!" نبھی جلدی سے بولا۔ "مجھے فون کرنا ہے مجھے آفس میں لے چلو۔"  
 "کیا پولیس کو....!" عورت نے پوچھا۔  
 "نہیں....!" نبھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 "تم اس وقت کہاں گئے تھے؟" عورت بے ساختہ پوچھے بیٹھی۔

"پھر وی....!" ملٹری آفیسر نے کہا۔ یہ پھر پوچھے لینا۔ نبھی کی دماغی حالت اس وقت

ٹھیک نہیں۔"

"تم مجھے آفس میں لے چلو۔" نبیوی نے ملٹری آفیسر کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر اپنی بیوی سے بولا۔ "تم یہیں مختہرو۔"

"آخر یہ سب کیا ہے۔" عورت آلتا کر بولی۔

"تمہیں اس سے غرض نہیں۔" نبیوی تیز لمحے میں بولا۔

اور پھر وہ تینوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ عورت سکیاں لے لے کر روری تھی۔

حید مسہری کے نیچے پڑا سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہاں سے نکل بھاگنا ضروری تھا۔ خطرے کی بوس نے پہلے ہی سوچ گئی تھی اور پھر ان لوگوں کی گنگلوں سے اُس نے اچھی طرح اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جو قانون کی نظر وہ میں جرم ہے۔

ابھی حید یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ملٹری آفیسر نے کمرے میں آگر عورت سے کہا۔

"نبیوی تمہیں آفس میں بدارہا ہے۔"

عورت انہ کر اُس کے ساتھ چلی گئی۔

حید نے اندازہ لگایا کہ وہ ابھی جلد ہی اس کمرے میں واپس نہ آسکیں گے۔ کیونکہ شانکدہ نبیوی کی بیوی کو اپنی عجیب و غریب حرکات کا الٹا سیدھا مطلب سمجھا کر اُسے مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ مسہری کے نیچے سے نکلا اور میز پر رکھا ہوا بیکل کالی یپ بجھادیا۔ پھر وہ سوچنے لگا کہ اگر نیچے روشنی ہوئی تو اس کا کچڑا جانا ضروری ہے۔ معلوم نہیں وہ کہہ کر ہو جسے وہ لوگ آفس کہہ رہے تھے۔ حید چند لمحے کھڑا رہا پھر اُس نے جیب سے ایک اکنی نکالی یپ سے بلب نکالا اور ہولڈر میں اکنی رکھی پھر اس پر سے بلب لگا کر سوچ آف کر دیا۔ پوری عمارت تاریک ہو گئی۔

حید کمرے سے نکل کر تیزی سے زینے کی طرف بڑھا۔

"شانکد فیوز اڑ گیا۔" کسی نے کہا اور حید دوسرے لمحے گلی میں تھا۔

## گونگا بولتا ہے

سردی بہت شدت سے پڑ رہی تھی۔ حید گلی سے نکل کر سیدھا ہائی سرکل ٹاؤن کلب کی

طرف ہو لیا۔ اس نے گھری دیکھی تین بجے ہے تھے۔ کلب پہنچنے پہنچنے اے ایسا محسوس ہونے والا چیزے اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصے بالکل سن ہو گئے ہوں۔

کلب میں اب کچھ بے رونقی سی آگئی تھی۔ زیادہ تلوگ جاپکے تھے کچھ میزوں پر صرف وہی لوگ نظر آ رہے تھے جو بہت لمبا کھیل کھیلتے تھے یا پھر وہ جو اپنے پہنچلے خسارے پورے کر رہے تھے۔ حمید ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا اور کافی منگائی۔....

اس کا ذہن تجزی سے سوچ رہا تھا.... وہ لوگ کون تھے اور ان کا یہ اسرار روایہ..... کیا اس کا تعلق کسی اہم واقعے سے ہو سکتا ہے اور پھر اچانک اسے سر ہتھاں یاد آ گیا۔ آخر اس کا ساتھی کہاں گیا۔ اسے زمین نگل گئی یا آسمان۔ اس گلی میں کوئی اور راست بھی تو نہیں تھا۔

کافی ختم کر پھنے کے بعد اس نے سوچا کہ اب گھر چلانا چاہئے۔ اس وقت ٹیکسی تو ملنے سے روی۔ پیدل ہی جاتا پڑے گا اور یہ خون مجھ کر دینے والی سردی.... اس نے اپنے اور کوٹ کے کار کھڑے کئے اور فلت ہیٹ کا گوشہ چھرے پر جھکاتا ہوا کلب سے نکل آیا۔... گھر پہنچنے پہنچنے سازھے چار بج گئے۔ فریدی کے سونے کے کمرے میں اندر ہمراہ تھا۔ شاید وہ سورہا تھا یا وہاں تھا یہی نہیں۔ نیند سے حمید کی آنکھیں بو جمل ہو رہی تھیں۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور کپڑے اتنا کر مسہری میں گھس گیا۔

اور پھر اسی وقت اس کی آنکھ کھلی جب فریدی نے اسے جمجھوڑ جمجھوڑ کر جگایا۔ ”ارے صاحب کون سی آفت آگئی۔ وہ لحاف سے منہ نکال کر میز پر رکھی ہوئی نائم چیز کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔“ ابھی تو نوہی بچے ہیں۔“

اس نے پھر منہ اندر کر لیا اور فریدی نے لاف کھینچ کر الگ ڈال دیا۔

”لا جوں ولا قوتہ....!“ حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تم کہاں تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”جبکہ سے ابھی آپ نے اٹھایا ہے۔“

”میں پوچھتا ہوں رات تم کہاں رہے۔“

”اس کیلئے مجھے سوچتا پڑے گا۔“ حمید نے کہا اور کمرے سے نکل کر ٹھیل خانے میں چلا گیا۔ فریدی لا بسیری کی طرف گھوم گیا وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔

حید ناشت کرنے کے بعد پاپ پیتا ہوا ٹلی فون کے قریب آیا۔ فریدی کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ حید رسیور اٹھا کر بولنے لگا۔ ”یہلو.... کوتولی.... ذرا جگدیش.... میں حید بول رہا ہوں.... کل رات یا آج صح کسی انگریز نے کوئی رپورٹ تو نہیں درج کرائی.... اوه.... کیا نام بتایا تم نے راشر نجی ہاں.... ہاں.... کیا.... بہت خوب.... اچھا شکریہ.... نہیں کوئی خاص بات نہیں.... شام کو آرہے ہو.... اچھا....!“ حید نے رسیور رکھ دیا۔ اس دوران میں فریدی اُسے گھور گھور کر دیکھتا رہا۔

”کوئی نئی حماقت....؟“ فریدی نے طنزی انداز میں سکرا کر پوچھا۔

”جی ہاں میری توہر حرکت حماقت ہے۔“ حید نے کہا۔ ”میں ایک نئے معاملے کی تحقیقات کر رہا ہوں۔“

”بہت اچھے!“

”تو گویا آپ مذاق سمجھتے ہیں۔“

”جی نہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ سر بیتحال کا تعاقب کرتے کرتے ایک دوسرے معاملے میں ناگز اڑا بیٹھے۔“

”جی....!“ حید نے چوک کر کہا۔ ”آپ کو جیسا معلوم۔“

”خبر اُسے چھوڑو۔ اس مکان کا نمبر کیا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ کو معلوم کیسے ہوں۔“

”بکواس چھوڑ جو میں پوچھتا ہوں اس کا جواب دو۔“ فریدی نے کہا۔

”۱۲/۲۳ ہمارے اسٹریٹ....!“

”تم کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو۔“ فریدی حید کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کہو....!“

”کچھ نہیں....!“

”میں اس نئے معاملے کے متعلق جانتا چاہتا ہوں جس کی تم تحقیقات کر رہے ہو۔“

”آپ کو شاید نہیں معلوم کہ میں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا ہے۔“ حید نے فریدی کے لمحے کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا جی۔“

”جی ہاں....!“

”خیر جانے دو مجھے کیا....!“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”شاید تم ابھی فون پر جکد لیش سے باتیں کر رہے تھے۔ کیا جکد لیش نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ شوی کے بیباں ایک بد معاشر بھی گھس گیا تھا، جو بعد میں ان کے بیباں کی لائٹ فیوز کر کے نکل بھاگا.... اور اس کا حلیہ.... اُس نے حلیہ بھی درج کر دیا ہے.... میری رائے تو یہ ہے کہ تم اُس وقت تک گھر سے باہر نہ لکنا جب تک تمہارے پر کافی گھنی ڈال جیتے نکل آئے۔“

حمدی خاموشی سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کی حالت اس وقت کسی ایسے بچے کی سی ہو رہی تھی ہے کسی غلطی پر نوک دیا گیا ہو۔

”تمہارا طریقہ کارروائی بہت دلچسپ ہے۔“ فریدی ہس کر بولا۔

حمدی نے کوئی جواب دینے کی بجائے جھینپ کر ایک کتاب اٹھا۔

”ہاں اب کہہ چلو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے غلطی کی۔“

چند لمحوں کی چلکچلاہٹ کے بعد حمدی نے رات کے سارے واقعات دہرا دیئے۔

”لیکن آپ کو اس کا علم کیسے ہوا۔“ حمدی نے پوچھا۔

”کچھ میں پہلے ہی سے جانتا تھا بقیہ باتیں تم نے بتائیں اور انجام کی اطلاع جکد لیش سے ملی۔

اس نے آج صحیح مجھے شوی کے متعلق فون کیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”پہلے سے آپ کچھ جانتے تھے وہ کس طرح آپ کو معلوم ہوا۔“ حمدی نے مختصر بانہ انداز

میں پوچھا۔

”ابھی بتاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمہاری داستان کا یہ حصہ دلچسپ ہے کہ شوی کے مکان میں کوئی وردی پہنک کر سویا تھا اور اس پر شوی کی بیوی کو حیرت تھی۔“

”بس یہیں سے میرے ٹکوک اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔“ حمدی نے کہا۔

”بہر حال“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اس سے تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔“

”سبھی میں نہیں آتا کہ کس نتیجے پر پہنچوں۔ میں سر بیتحال اور اس کے عجیب الخلق ساتھی کا تعاقب کر رہا تھا۔ دونوں ایک گلی میں داخل ہوئے حمدی و فوں کے قدموں کی آوازیں سننا رہا اور جب سر بیتحال گلی کے دوسرے سرے پر پہنچا تو وہ بالکل تھا تھا۔ اگر ایک سینٹ کیلئے بھی اسکے قدم

رکے ہوتے تو میں کہتا کہ اس نے وہیں کہیں اُسے ڈال دیا ہو گیا کسی کے حوالے کر دیا ہو گا۔ ”  
”اور واپسی میں تم نے بھوئی کو گلی میں پڑا دیکھا۔“ فریدی نے کہا۔

”اور اسی لئے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کی بھوئی ہی سر بتحال کے ساتھ تھا۔ اس کی ساد ہوں جیسی ڈاڑھی سے میں نے پہلے ہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ نعلیٰ ہے۔“

”اچھا تو تم یہ سمجھ رہے ہو کہ سر بتحال نے اُسے شراب پلائی اور گلی میں لے جا کر اس کی ڈاڑھی نوچ لی پھر زخمی کر کے وہیں ڈال دیا۔“ فریدی سکرا کر بولا۔  
”پھر اس کے علاوہ اور سمجھا ہی کیا جا سکتا ہے۔“

”فرض کرو اگر ایسا ہی ہے تو تم اس حرکت کو کیا معنی پہناؤ گے؟“  
حید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

”بظاہر یہ حرکت قطعی ہے معنی معلوم ہوتی ہے۔“ حید نے کہا۔  
”مگر....!“

”مگر یہ کہ میں غیب دان نہیں ہوں۔“ حید جھلا کر بولا۔  
فریدی پہننے لگا۔....

”خیر....!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں سمجھتا ہوں....!“

تحوڑی دیر بعد وہ دونوں تہہ خانے کی سینہ ہیاں طے کر رہے تھے۔

اور پھر وہ لمحہ بھی عجیب تھا جب حید کے منہ سے حیرت کی چیز نکل گئی تھی۔

سر بتحال کا عجیب الخلق ساختی۔ فریدی کے تہہ خانے میں بیٹھا! نہیں آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

”یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“ فریدی نے اس سے انگریزی میں کہا۔ ”تمہیں اس سمجھنی ڈاڑھی کی وجہ سے گرمی لگ رہی ہو گی اسے اب اپنے چہرے سے ہٹاہی دو تو بہتر ہے۔“  
حید اس کے چہرے پر فریدی کے الفاظ کا رد عمل دیکھ رہا تھا۔.... سر بتحال کا ساتھی اس طرح فریدی کی طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے کچھ سنائی نہ ہو۔

”میرے خیال سے یہ گونگا ہے۔“ فریدی نے حید کی طرف مرکر انگریزی میں کہا۔  
”ہو سکتا ہے۔“ حید بولا۔

"ٹھہرو! میں اس کی ڈاڑھی الگ کئے دیتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور آگے بڑھ کر اُس کی ڈاڑھی نوچ لی۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگا۔ لیکن زبان سے پکج نہ بولا۔ اُس کے چہرے سے مصنوعی ڈاڑھی الگ ہو چکی تھی۔

فریدی اُس کے قریب بیٹھ گیا اور حمید کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر فریدی نے ایسی گفتگو چیخزدی جس کا ان معاملات سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ حمید کو حیرت ہو رہی تھی کہ آخر اس سے فریدی کا کیا مطلب ہے۔

"ارے خدا غارت کرے۔" سرپتھال کے ساتھی نے یک بیک اچھل کر عربی زبان میں کہا۔ حمید گھبرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور فریدی نے قبھہ لگایا۔

"تو کیا تم انگریزی زبان بالکل نہیں جانتے۔" فریدی نے عربی میں پوچھا۔

"جانتا ہوں۔" وہ جھلا کر بولا۔

"بہر حال تمہاری مادری زبان عربی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں میں حسینہ کا بھائی ہوں۔" وہ جھیک کر بولا۔ "جس طرح تم لوگوں نے اُسے قتل کیا ہے مجھے بھی مارڈا لو..... میں اب زندہ نہیں رہتا چاہتا۔"

حمدیکو حیرت ہو رہی تھی کہ آخر یک بیک یہ گونگا بول کیسے پڑا۔ وہ عربی زبان سے ناداواقف تھا لیکن اتنا ضرور سمجھ گیا تھا کہ سرپتھال کا ساتھی اور فریدی عربی میں گفتگو کر رہے ہیں۔

"اوہ تو تم حسینہ کے بھائی ہو۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں ہاں..... لیکن اب دیر کس بات کی ہے۔ مجھے بھی قتل کر دو۔" اس نے جواب دیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... ہم تمہیں قتل کرنے کے لئے نہیں لائے۔"

"پھر مجھے بیہاں تہہ خانے میں کیوں رکھا گیا ہے۔"

"کل رات تم کس کے ساتھ تھے اور تم نے بھیس کیوں بدلتا رکھا تھا۔" فریدی نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"اور بھیس بدلتے کے باوجود بھی میں نہ فوج سکا۔"

"تم قطعی فوج گئے۔" فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔ "لیکن سرپتھال کو ایک مصری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

”وہ میرے مر جوم باپ کا دوست اور میرا ہمدرد ہے۔“

”کیا وہ حسین کو پہچانتا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں....!“

”اور تمہیں....؟“

”ہاں وہ مجھے پہچانتا ہے.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اسے بھی ختم کر دو۔“

”تم اس شہر میں کب آئے ہو۔“

”کل دوپہر کو۔“

”سر بیتحال سے تمہاری ملاقات کس طرح ہوئی۔“

”میں اسی کے ہاں تھے اتحا۔“

”تمہیں کل ہی حسین کے قتل کے متعلق معلوم ہو گیا تھا۔“

”ہاں....!“

”تو پھر تم نے اپنے متعلق پولیس کو کیوں اطلاع نہیں دی۔“

”تمہیں ان سب باتوں سے کیا مطلب....!“ وہ جھلا کر بولا۔

”مطلوب یہ ہے کہ میں یہاں کے ملکہ سر آغسانی کا انپکٹر ہوں۔“

سر بیتحال کا ساتھی حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تمہارا نام....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”فضل.... محمد فضل....!“

”تم نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے....؟“ وہ متین رانہ انداز میں بولا۔

”ہاں تم نے.... تھیں اپنے متعلق پولیس کو ضرور مطلع کرنا چاہئے تھا۔“

”مجھے سر بیتحال نے روک دیا تھا۔“

”کیوں....؟“

”اُسے ڈر تھا کہ کہیں میں بھی نہ قتل کر دیا جاؤں۔“

”آخر اس ڈر کی وجہ....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”اس لئے کہ اب اپنے خاندان میں صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔“

”میرے علاوہ میرے خاندان کا ایک ایک فرد قتل کیا جا چکا ہے۔“

”آخر کیوں....؟ کوئی وجہ....!“

”وجہ تو مجھے بھی آج تک نہیں معلوم ہو سکی۔ پہلے میرا باپ قتل ہوا۔ پھر بڑا بھائی، پھر بہن اور شاید اب میری باری ہے۔“

”میں اُس رومنال کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں جس کے لئے تمہاری بہن قتل کی گئی۔“

”اوہ وہ منہوس رومنال....!“

”ہاں ہاں کہو۔“

”وہ رومنال میرے باپ نے اپنے قتل سے ایک روز قبل میرے بڑے بھائی کو دیا تھا۔“

”آخر وہ رومنال تھا کیسا....!“

”معمولی چیز کے سب رومنال ہوتے ہیں۔“

”تمہارے باپ کے قاتمیوں کا کچھ پتہ چلا تھا۔“

”نہیں.... لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کسی آدمی کا کام نہیں تھا۔“

”یعنی....!“

”یہ کام ان سے کئی ہزار گئی طاقت والے کا تھا۔“

”میں پھر نہیں سمجھتا۔“ فریدی نے دلچسپی کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

”اب میں کس طرح بتاؤ۔“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”بس اسی طرح سمجھ لو کہ اگر تم کسی شخصی منی چڑیا کی ناگی میں پکڑ کر زور آزمائی کرو تو اس کا کیا حشر ہو گا۔“

”اوہ....!“ فریدی کے مند سے بے اختیار نکل گیا۔ ”تم قاہرہ کے فوجی سراغ رسائی علی فضیل کے لارکے تو نہیں ہو۔“

”ہاں میں اُسی مظلوم باپ کا بیٹا ہوں۔“ وہ گلے کیر آواز میں بولا۔

”شاید اب سے تین سال قبل ہمیں اس درودناک قتل کی اطلاع ملی تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”اور پھر تمہیک اسی کے تیسرے دن میرے بھائی کو کسی نے گولی کا نشانہ بنادیا۔“

”اور وہ رومال...!“ فریدی نے مختصر بانہ انداز میں پوچھا۔

”میں اس رومال کو بھول جانا چاہتا ہوں۔“

”لیکن یہ نہ بھولو کر تمہیں ان تینوں کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے زندہ رہتا ہے۔“

”انتقام...!“ وہ حسرت آمیز لمحہ میں بولا۔ ”کسی ان دیکھی قوت سے انتقام نہیں لیا جاسکتا۔ سر بیتحال کا خیال ہے کہ یہ کسی آدمی ہی کا کام ہے لیکن میں اسے مانے کیلئے تیار نہیں۔“

”آخر کیوں۔“

”میرے باپ کی نہ اسرار موت۔“

”لیکن تمہارا بھائی تو کسی کی گوئی سے ہلاک ہوا۔ تمہاری بہن کو کسی نے خبر مارا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ سب اُسی رومال کی خوبست ہے۔“ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”یقیناً وہ رومال آسیب زده ہے اس کا تعلق کسی خبیث روح سے ہے۔“

”لیکن وہ رومال تمہاری بہن ملک کیسے پہنچا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں اس دوران میں وہاں موجود نہیں تھا۔ بھائی اور باپ دونوں کی موت کی اطلاع مجھے ایک ساتھ ملی۔ جب میں قاہرہ واپس آیا تو میرے ماموں نے مجھے سب حالات بتائے اپنی موت سے ایک روز قبل میرے بھائی نے وہ رومال حسینہ کو دے کر احتیاط سے رکھنے کی ہدایت کی تھی اور پھر بھائی کی موت کے بعد حسینہ نے اسرار طور پر غائب ہو گئی۔۔۔ میں اسے ڈھونڈتا رہا۔۔۔ مجھے اطلاع ملی وہ تمہارے ملک میں آئی ہے۔۔۔ میں برادر اسے ڈھونڈتا رہا اور پھر جب یہاں پہنچا تو اخبار میں اس کی تصویر دیکھی اور موت کی خبر۔۔۔ کاش میں بھی۔۔۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔“

”سر بیتحال سے تم پہلی بار کب اور کہاں ملے تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”باپ اور بھائی کی موت کے بعد وہ ہمارے یہاں آیا تھا۔“

”حسینہ اس وقت موجود تھی۔۔۔؟“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں وہ لاپتہ ہو چکی تھی۔“

”تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ سر بیتحال نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔“

”مجھے یقین ہے کہ وہ اسے نہیں پہچانتا تھا۔“

”سر بتحال کے سامنے کبھی اس روایا کا تذکرہ بھی آیا تھا.....؟“ فریدی نے پوچھا۔  
”کل کے علاوہ بھی نہیں۔“

”کیا تمہیں اپنے حافظے پر بھروسہ ہے۔“  
”قطیعی....!“

”تمہیں اس بات پر کس طرح یقین آگیا تھا کہ سر بتحال تمہارے باپ کا دوست تھا۔“  
”مجھے یہ سر بتحال ہی کی زبانی معلوم ہوا تھا۔“

”کبھی تمہارے باپ نے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا۔“  
”کبھی نہیں۔“

”ہوں....!“ فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن میں کس طرح یقین کرلوں....“ وہ جملہ اوہ سوراچھوڑ کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔  
”میں سچ سچ ایک سرکاری جاسوس ہوں اور تمہاری بہن کے قتل کے مسئلے میں تحقیقات  
کر رہا ہوں اور تمہاری حفاظت بھی میرے ذمے آپزی ہے۔“  
فضل خاموشی سے زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے یہاں کب تک رہنا پڑے گا۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد فریدی سے پوچھا۔  
”زیادہ دن نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ میں جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب  
ہو جاؤں گا۔“

”تھوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھانٹی۔ حمید کے چہرے سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔  
”سر بتحال نے کل رات تمہیں اتنی زیادہ کیوں پلا دی تھی۔“ فریدی نے اچانک پوچھا۔  
”یہ میں نہیں جانتا۔“ فضل نے کہا۔

”تمہارا بھیس اُسی نے بدلا تھا۔“

”ہاں....!“

”کیا تمہیں سر بتحال پر اعتماد ہے۔“

”ہاں....!“

”آخر اُس کی وجہ....!“

”میں نے بتایا تاکہ وہ میرے بابا کا دوست ہے۔“

”لیکن تمہارے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر بھلا خواہ تنوڑا اسے خود کو ان کا دوست ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔“

”ممکن ہے کہ اس ردمال کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے ایسا کیا ہو۔“ فریدی نے کہا۔

فضل کچھ سوچنے لگا۔

”یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا....!“ وہ تھوڑی دیر بعد اکٹائے ہوئے لبجھ میں بولا۔

”بہر حال یہ تو مجھے دیکھنا ہے۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہ

ہوگی۔“

حید اور فریدی تہہ خانے سے واپس آگئے۔

## حید کا رقب

”یک دو گونگا بول کیسے پڑا تھا۔“ حید نے فریدی سے پوچھا۔

”میں نے اس کے پن چھادیا تھا۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”کمال کیا آپ نے.... اگر آپ ایسا نہ کرتے تو شاید وہ گونگا ہی بنا رہتا۔“

”شاید آپ لوگ عربی میں گفتگو کر رہے تھے۔“

”اور اگر تم اس گفتگو کا حصل سن لو تو اچھل ہی پڑو گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”کچھ بتائیے بھی تو....!“ حید بے صبری سے بولا۔

فریدی نے مختصر الفاظ میں اُسے اپنی اور فضیل کی گفتگو کا مطلب بتایا۔

”تو کیا یہ واقعہ آپ کو کسی خاص راستے کی طرف لے جائے گا۔“ حید نے پوچھا۔

”راستے کی طرف نہیں البتہ یہ پگڈا ٹھی کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے.... اور وہ پگڈا ٹھی

ایک تیرہ دنار جنگل کی طرف جاتی ہے جہاں پہنچ کر راستے کا تعین خود ہمیں کرنا پڑے گا۔“

”غائب آپ کا اشارہ سر بچھال کی طرف ہے۔“ حید نے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔“ فریدی نے سوچنے ہوئے کہا۔

"علی فضیل کا قتل کسی ایسی جگہ ہوا تھا جس کے متعلق مقامی باشندوں کا خیال ہے کہ ۰۰ بدار واح کا مسکن ہے۔ محمد فضیل کا بیان بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔۔۔ مجھے اس مقام کا نام نہیں یاد رہا لیکن اتنا یاد ہے کہ یہ واقعہ مصر کے کسی ساحلی دیہی علاقے میں پیش آیا تھا۔۔۔ لیکن سر بیحال۔۔۔ اس کی شخصیت کا اس واقعے سے نیا تعلق ہو سکتا ہے۔۔۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کتنی دنوں تک فیشن سسل نوجوان عورتوں کے رومال چراتا رہا۔ اس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ حسینہ کو نہیں پہچانتا تھا۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ بولا۔

"سر بیحال محمد فضیل کو بھی مٹھا نے لگا دینا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن آخر کیوں۔۔۔ وہ رومال کیسا ہے جس کے لئے تم قتل ہو گئے۔"

"ارے ہو گا کوئی خزانے وزانے کا چکر۔۔۔ اور پھر مصر تو بڑا نہ اسرار ملک ہے۔۔۔ کیا آپ وہ چنسل کی مورتی بھول گئے۔" حمید نے کہا۔

"مصر قطبی پر اسرار نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "بعض انگریزوں کی بیمار ذہنیت نے اسے نہ اسرار بنا دیا ہے۔ ہم لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ انگریزوں میں ضعیف الاعتقاد نہیں ہیں۔ حالانکہ چینا لیس فیصلہ انگریز اتنے ضعیف الاعتقاد واقع ہوئے ہیں کہ ان سے ہماری نانیاں اور دادیاں بھی پنڈھ مانگ جائیں۔"

"بہر حال یہ کوئی ایسا ہی معاملہ ہے۔" حمید نے کہا۔

"لیکن تمہیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ علی فضیل ایک فوجی جاسوس تھا اور دوسری جنگ عظیم میں اس نے اطاalloیوں کے کئی مورچے تراوادیے تھے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔" حمید نے کہا۔ "کیا وہ کسی خزانے کے چکر میں نہیں پڑ سکتا۔"

"وہ کیمبویسی صدی کے لوگ اتنے احتق نہیں ہوتے۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر آپ کیوں سسر جارج کے ساتھ کچمار کے جنگلوں تک دوڑتے چلے گئے تھے۔"

"محض اس مورتی کا راز جاننے کے لئے مجھے خزانے کی توقع پہلے ہی سے نہیں تھی۔"

"تو پھر اس طرح سمجھ بیٹھئے کہ اس رومال کا راز جاننے کے لئے کسی نے تین آدمیوں کو قتل

کر دیا۔ ”حید نے کہا۔

”اچھا چلو بھی سکی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ذرایہ تو تاو...!“

”نبیں میں کچھ نبیں بتاؤں گا۔“ حید نے اتنا کر کہا۔ ”آپ یہ بتائیے کہ وہ آپ کے ہاتھ  
کیے لگ گیا۔“

”بہت ہی حرمت انگیز طریقے پر...!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”رات میں کلب سے اٹھ کر  
سر بتحال کی طرف نکل گیا تھا۔ میرا درادہ تھا کہ میں سر بتحال کے بیٹگے میں گھس کر اس کی تلاشی  
لوں کر دھنٹا مجھے سر بتحال اور فضیل بیٹگے سے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے درادہ ترک  
کر دیا۔ حالانکہ تلاشی لینے کے لئے وہ بہت زیاد قع تھا۔ لیکن میں فضیل کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں  
بھانپ گیا کہ وہ مصنوعی ڈاڑھی لگائے ہوئے ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کا تعاقب کرنا چاہئے اور  
میں کلب تک ان کے ساتھ گیا۔ تم نے مجھے نبیں دیکھا۔ میں صدر دروازے کے قریب رکھے  
ہوئے بڑے گلدان کی اوٹ میں بیٹھ گیا تھا۔ اور پھر جب تم ان کا تعاقب کر رہے تھے میں تم  
سے پچاس قدم کے قابلے پر چل رہا تھا۔... گلی میں تم سر بتحال کے جو توں کی آواز پر آگے بڑھ  
گئے اور مجھے نبی سے الجھتا پڑا۔... سر بتحال چلتے وقت فضیل کو اُس کے حوالے کر کے خود آگے  
بڑھ گیا تھا۔ تمہاری طرح میں بھی دھوکا کھا جاتا لیکن نبی کی ثارچ نے اُس کا راز افشا کر دیا۔ وہ  
سمجھا تھا کہ شاید گلی بالکل سنان ہے اس لئے اس نے نہایت اطمینان سے اپنی ثارچ استعمال کی۔  
وہ فضیل کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے اپنے مکان میں داخل ہی ہو رہا تھا کہ میں اُس پر ٹوٹ پڑا۔  
ایک ہاتھ سے میں نے فضیل کو سنبھالا اور دوسرا سے ہاتھ سے نبی کا مند دبا کر سر دیوادار سے ٹکرا  
دیا۔ اس طرح وہ آواز نکالے بغیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔... اور پھر... اور پھر تو تم جانتے ہی ہو کہ  
میرے تہہ خانے میں کتنی کہانیاں جنم لے چکی ہیں۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھیں میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے پر جھی ہوئی تھیں۔  
حید اپنے پاپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

”تو پھر اب ہمارا دسر اقدم کیا ہو گا۔“ حید نے فریدی سے پوچھا۔

”آخر بات کیا ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”تم اس کیس میں بہت دلچسپی لے رہے ہو۔“

”وجہ یہ ہے کہ آجکل میں اپنی زندگی سے کچھ بیزار سا ہو رہا ہوں۔“ حید نے سنجیدگی سے کہا۔

”اچھا... خیریت تو ہے۔“

”کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔“ حمید نے گلوکیر آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں نبی سی آگئی تھی۔

فریدی حرمت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ آج سے پہلے کبھی اُس نے حمید کو اس مودہ میں نہیں دیکھا۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ یہ بھی اس کی کوئی تھی مکاری ہے اور اُسے کئی تھی شرارت سو جھی ہے۔ لیکن پھر اُس نے اپنا خیال بدلتا۔

حمید قطعی سنجیدہ تھا۔

”آخر بات کیا ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کچھ نہیں...!“ حمید بیز اڑی سے بولا۔ ”لیکن میں ان دونوں کو کسی مصیبت میں پھسادوں گا۔“

”کن دونوں کو....!“

”کیا آپ کو نہیں معلوم کہ شہناز آج کل ایک کیپشن کے ساتھ دیکھی جا رہی ہے۔“ حمید بسوار کر بولا۔

”اوہ بڑی خوشی ہوئی۔ خدا اس کیپشن کی مغفرت کرنے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ میرا محظکہ ازار ہے ہیں۔“ حمید گاؤ کر بولا۔

”تم وہ کیپشن تو نہیں۔“

”آپ کو مجھ سے ہمدردی ہوئی چاہئے۔“

”خدا کا شکر ہے کہ تم ایک بہت بڑے والے سے بچ گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”خدا کی قسم میں دونوں سے سمجھ لوں گا۔“

”بیکار باشیں مت کرو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تمہیں صرف ایک عورت چاہئے خواہ اس کا نام

شہناز ہو خواہ کچھ اور۔“

”نہیں اب مجھے کوئی عورت نہ چاہئے۔“ حمید بحثا کر بولا۔

”آمُلْمَدُ اللّٰهُ...!“

”ای لئے میں اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔“ حمید بولا۔ ”اب میں... اب میں...“

”ٹھہر و... ٹھہر و... میرے دیوبند اس۔ کہیں کوئی بڑی ہی قسم نہ کھائیں گا...!“ فریدی

نے کہا۔ "آخر وہ کیپشن ہے کون۔"

"کیپشن خاور...!"

"کیپشن خاور...!" فریدی اچھل کر بولا۔ "وہی تو نہیں جو مون اسٹریٹ میں رہتا ہے۔"

"وہی... وہی...!"

"ادہ...!" فریدی نے کہا اور اس کی پلکیں بھنج گئیں اور پھر وہ میز پر ایک زور دار گھومناوار کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ٹلی فون کی سخنی بھی۔ فریدی نے ریسیور انھالا۔

"بیلو... ہاں میں بول رہا ہوں... فریدی... ہاں... ہاں... کیا کہا... اور... ٹھوی

جہاں جاتا ہے اُسے جانے دو...! لیکن تم ان دونوں پر کڑی نظر رکھنا... بہت اچھا...!"

فریدی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مرا۔

"لو بھی ان دونوں میں سے ایک تو خود بخود مصیبت میں پھنس گیا۔" فریدی نے کہا۔

"کیا مطلب؟" حمید چوک کر بولا۔

"کیپشن خاور...!"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" حمید مختصر بانہ انداز میں بولا۔

"کیپشن خاور ایک اگریز ملنری آفیسر کے ساتھ ٹھوی کے مکان سے لٹا دیکھا گیا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی دو ایک بار اسے سر بتحمال کے ساتھ دیکھ چکا ہوں... کیپشن خاور اور شہناز اور حمید... حمید اور فریدی... خدا کی قسم سر بتحمال نے برا بھائیک جاں بچایا ہے۔"

"تو آپ کا یہ مطلب ہے کہ سر بتحمال نے ہم لوگوں پر نظر رکھنے کے لئے یہ چال چلی ہے۔" حمید نے پیساختہ کہا۔

"میں بھی بھتے پر مجبور ہوں۔ اُس نے اس ولادات سے پہلے ہی ہم لوگوں کا انتظام کر لیا ہے۔"

حمد کچھ سوچنے لگا۔

"شہناز کو تم خاور کے ساتھ کب سے دیکھ رہے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"دو تین دن سے۔" حمید نے کہا۔ "وہ دونوں کل رات بھی ہائی سر کل کلب میں آئے تھے۔"

شہناز نے شام کے مجھے نہیں دیکھا تھا یا پھر نظر انداز کر گئی تھی۔

"میا سر بتحمال حمید کے قتل اور ردمال کے حصول کے علاوہ بھی کوئی اور حرکت کرنے والا تھا۔"

”کیوں....؟“

”اگر اُس نے خاور کو حسینہ کے قتل سے پہلے ہی شہناز کے پیچے لگا دیا تھا تو اُس کا یہی مطلب ہوا کہ وہ حسینہ کو پہنچاتا تھا۔“

”اور اگر ایسا تھا تو وہ پھر اور وہ کے رو مال کیوں چ راتا رہا۔“

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔... تھوڑی دیر کے بعد وہ حمید سے بولا۔

”تم آج شہناز سے ملو۔“

”میں ہر گز نہ ملوں گا۔“

”میا بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو.... میرا خیال شاذ و نادر ہی غلط لکھا ہے۔“

”میں اُس سے مل کر کروں گا کیا۔“

”محض یہ مارک کرنا کہ میرا خیال کہاں تک صحیح ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور ہاں خود سے یہ نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم خاور کو اس کے ساتھ دیکھ چکے ہو۔“

”لیکن کیا وہ حقیقتاً ہمیں ضرور دھوکا دے گی۔“ حمید نے بے تابی سے کہا۔

”نادانستہ طور پر وہ ہمیں ضرور دھوکا دے سکتی ہے۔“

”یعنی....؟“

”تمہارے ذریعہ۔“

”کہنے کا مطلب یہ کہ شہناز کو کسی اہم معاملے کے متعلق کچھ نہ بتانا۔“ فریدی نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ وہ باقتوں ہی باقتوں میں کچھ اگل دے۔“

”میں نے کبھی اُس سے کوئی ایسی بات نہیں کی۔“ حمید نے کہا۔ ”اور اب تو اس کا کوئی سوال ہی نہیں رہا گیا۔“

”خیر یہ ایک اچھی بات ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم اُس وقت تک کام کے آدمی نہیں ہو سکتے جب تک کہ جنسی بیچارگی میں جلاں ہو جاؤ۔... اگر شہناز اسکی نہیں بھی ہے تو تم یہ سوچنے کی عادت ڈالو کر وہ تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔... اس طرح تم ایک قسم کی جلاہث میں جلا ہو جاؤ گے۔... اور یہ جلاہث تمہیں خطر پسندی کی طرف لے جائے گی۔... پھر جہاں تم اس حد تک پہنچے۔... سارا کام بن جائے گا۔... کیا سمجھے۔“

حید کوئی جواب دیے بغیر اٹھ گیا۔ لیکن اُس کے انداز میں ناگواری کا شابہ سکنے تھا۔

## تہہ خانے میں دھماکہ

حید کے جانے کے بعد فریدی نے فون پر کسی کو کچھ ہدایات دیں اور کپڑے پہن کر باہر چلا گیا اس کی کار شہر کی باروں قتل سڑکوں پر دوڑتی پھر رہی تھی اور خود وہ خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کار آفس کی طرف گھمادی۔

ابھی وہ اپنی میز پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ پرنسنڈنٹ کے چپ اسی نے صاحب کا "سلام دیا" فریدی اس کے کمرے میں پہنچا۔ پرنسنڈنٹ کچھ مختصر سانظر آ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمہارے استھنٹ کی وجہ سے مجھے کی بڑی بد ناہی ہو رہی ہے۔" پرنسنڈنٹ نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"وہ شنوی کے مکان میں کیوں گھساتھا۔"

"میں نے بھیجا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آخر کیوں۔" پرنسنڈنٹ جھنجھلا کر بولا۔

"ولکشاہوٹل کے حادثات کے سلسلے میں میرا یہ ایک طریق کا رہا۔"

"لیکن ابھی وہ کیس باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہیں آیا۔"

"ایک نہ ایک دن تو اسے آنا ہی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ سول پویس کے بس کا روگ نہیں۔"

"تو تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ اس کی تفتیش کا کام تمہارے ہی پر د کیا جائے گا۔"

"اس لئے کہ عموماً یہاں کا یہی رواج ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں تمہارے علاوہ اور سب گھے ہیں۔" پرنسنڈنٹ جھلا کر بولا۔

فریدی نے ایک تیز نظر پرنسنڈنٹ پر ڈالی اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

"دوسرے اچارچ رج تمہارے استھنٹ کے خلاف یہ ہے کہ وہ شہر کی شریف لڑکیوں کو پریشان

کرتا ہے۔ ”

”جی....!“ فریدی نے چوک کر کھل۔

”آبھی ایک آدمی نے فون پر اس کی شکایت کی ہے۔“

”کون ہے وہ....!“ فریدی نے دچپی کا انہصار کرتے ہوئے کھل۔

”کیپٹن خاور....!“ پرندہ نٹ نے کہا وہ بہت غصے میں تھا۔ ”اس نے بتایا کہ حمید اس کی

مغیث... کیا نام ہے اس کا... میں نام بھول گیا۔“

”شہزاد....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”ہاں ہاں تو جھیں اس کا علم ہے۔“ پرندہ نٹ نے تجز لجھے میں کھل۔

”جی ہاں....!“ فریدی نے کھل۔ ”لیکن آپ ذرا اپنے لجھے میں نزی پیدا کرنے کی کوشش

کیجئے.... وہ کچھ دن پہلے حمید کی بھی مغیث رہ چکی ہے۔“

”میں یہ سب نہیں جانتا۔“ پرندہ نٹ بگڑ کر بولا۔ ”لیکن میں اپنے مجھے کی بدھائی نہیں

برداشت کر سکتا۔“

”تو اس سلسلے آپ پھر کیا کریں گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

پرندہ نٹ جوا بھی حال میں یہاں آیا تھا فریدی کے اس انداز گنگوپر چسا گیا۔

”تم یہ بھی نہیں جانتے کہ آفسروں سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔“

”میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور انہوں کر کھڑا ہو گیا۔

”میں تمہاری رپورٹ کروں گا۔“

”بہتر ہے.... آپ کے اوپر والے مجھے آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔“ فریدی نے کہا اور

کرے سے نکل آیا۔

فریدی اپنی میز پر آکر قائموں کی دلکھے بھال میں مشغول ہو گیا۔ چڑپے آفسر کی گنگو سے

اس کی طبیعت بدھڑہ ہو گئی تھی۔ وہ ان چیزوں کا عادی نہیں تھا۔

جس مجھے کا اپنکی جزل تک اس کی عزت کرتا ہوا اس کے پرندہ نٹ کی بھلا اس کی نظرؤں

میں کیا وقعت ہو سکتی تھی۔

لتیریا دو گھنٹے کے بعد ڈی۔ آئی۔ جی کا اردوی اس کی میز کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی نے اسے اپنے کرے میں طلب کیا تھا۔

اور ڈی۔ آئی۔ جی نے حسب سابق اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

"مسٹر فریدی میرا خیال ہے کہ آج کل کچھ زیادہ مصروف نہیں ہو۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"بھی وہ دلکشا ہو گل والا کیس ہمارے پاس آگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تفییش تم کرو

معاملہ بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔"

"جیسا آپ فرمائیں۔" فریدی نے کہا۔ "کیا آپ بر اور است مجھے یہ کس دے رہے ہیں۔"

"ہاں میں نے پر نشانہ نشانہ کے توسط سے دینا مناسب نہیں سمجھا۔"

فریدی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

"دیکھو بھی.... پر نشانہ نشانہ بیہاں نوار دے ہے.... اور سوں پولیس سے اس مجھے میں آیا ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ تم خود سمجھدار اور تجربہ کار ہو۔"

"مجھے کوئی شکایت نہیں....!" فریدی نے کہا۔

وفتر کی گھری نے چار بجائے اور فریدی گھر واپس آگیا۔ حمید اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہو بھی کیا خبر لائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیپشن خاور خواہ خواہ اس کے گلے پڑ گیا۔" حمید نے کہا۔

"یعنی....!"

"کچھ دن قبل دونوں اتفاقی طور پر مل گئے تھے۔ جب سے خاور اس کے چیچے پڑ گیا ہے۔"

طرح طرح کے بہانے راش کر اس سے بچھا چھڑانا چاہتی ہے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"ہوں....؟" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آئا تو کچھ اچھے نہیں۔"

اور پھر اس نے اپنی اور پر نشانہ نشانہ کی گفتگو کے متعلق حمید کو بتایا۔

حمدی جھرے سے ہستارا۔

"اس کا مطلب سمجھتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں.... میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

"کیپشن خاور کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو لاکی سے رو مال چینے والے مزدور کا ہوا۔"

”یہ کیوں...!“

”کوئی اسے یہ قوف بنا کر اپنا کام نکال رہا ہے۔“

”اوہ سمجھا۔“ حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔

”مگر تمہاری پوزیشن اس سے خطرے میں پڑ جائے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں...؟“

”خاور نہیں پدنام کرتا چہر رہا ہے۔ اگر وہ مارا گیا تو لا حالت تمہارا نام ضرور لیا جائے گا۔“

فریدی نے کہا۔

”مگر شہزاد تو اس کی تردید کرے گی۔“ حمید نے جلدی سے کہا۔

”تو اگر اسے بھی عاب کر دیا گیا تو۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ مت سمجھو کر مجرم و محو کے میں ہیں۔“

”قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہماری مشغولیات کا علم ہو گیا ہے۔“

”یہ تو بہت نہ اہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم لوگ چوہے دان میں چھپن گئے۔“

”ہشت...!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“

حمدی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”واقعی میری پوزیشن خطرے میں پڑ گئی ہے۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”کیوں نہ شہزاد

کو کہیں ہٹا دیا جائے۔“

”ناممکن...؟“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے اپنا ایک خیال ظاہر کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ

صحیح کہاں تک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میرا خیال غلط ہو...!“

”آپ کا خیال کبھی غلط نہیں ثابت ہوا کرتا۔“ حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”خیر چھوڑ داں باتوں کو... آج رات کو ہمیں سر بتحال کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔“

”جو کہنے والے کیا جائے۔“ حمید بولا۔

”سر بتحال کے گھر کی تلاشی لینا ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن اس نے گھر میں کوئی ایسی چیز چھوڑی ہی کیوں ہو گی۔“ حمید نے کہا۔

”مجھے اسی بد مال کی جگہ تو نہیں ہے۔“ فریدی بولا۔

”بھر...؟“

”کوئی ایسی چیز جس سے میں اُسے قانونی شکنے میں جکڑ سکوں۔“

”تو وہ ردمال کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔“

”ردمال....!“ فریدی نے کہا۔ ”عجیب آدمی ہو۔ کیا تم متفوٰل کار دمال پہچانتے ہو۔“

”نہیں....!“

”پھر....!“

”میں شدید حتم کے انتشار میں جتنا ہوں۔“

”کیوں....!“

”اُرے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“ حمید جلا کر بولا۔

”بگزو نہیں، برخوردار....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ذہنی انتشار بالا وجہ ہے۔ میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتا تھا۔“

”مجھے اپنی پرداہ نہیں.... مگر....!“

”شہزاد....!“ فریدی تحقیک آمیز انداز میں مسکرایا۔  
حید خاموش ہو گیا۔

باہر اندر حیرا ہمیں گیا تھا.... یہ دونوں گفتگو میں اس درجہ مشغول تھے کہ انہیں کمرے میں روشنی کرنے کا بھی خیال نہ رہا۔ فریدی کرسی سے اٹھا۔ وہ سوچ بورڈ کو طرف بڑھ لی رہا تھا کہ دھنٹاپوری عمارت ایک عجیب قسم کی گونج سے گونج اٹھی.... اور پھر ایک جھنکا سامسوس ہوا اور درود پوار جھنجھنا شے۔ فریدی نے جلدی نے کمرے میں روشنی کر دی او۔ ادھر اور ہر دیکھنے لگا۔

حید احتقنوں کی طرح اس کامنہ تک رہا تھا۔ برآمدے میں فوکر، اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک پل کے لئے فریدی سنائے میں آگیا۔ لیکن جلد ہی اس کی حالت میں عجیب و غریب تغیر پیدا ہو گیا۔ وہ زخمی بھیڑیے کی طرح غرا کر تہہ خانے کی طرف چھپنا۔ حید اس کے پیچھے تھا۔ برآمدے میں سارے نوکر کھڑے ایک دوسرے کامنہ دیکھ رہے تھے۔ فریدی اور حید کو اس حال میں دیکھ کر ان کی حیرت اور بڑھ گئی۔ لیکن ان میں سے کوئی اس جگہ سے ہلا نہیں۔ حید اور فریدی تہہ خانے والے کمرے میں آئے۔ فریدی نے فرش پر چھپی ہوئی قائمین الٹ دی اور دوسرے یہ لمحے میں چوکب کر پیچھے ہٹ گیا۔ تہہ خانے کے ڈھکن کی درزوں سے دھوئیں کی پتی

پتلی لکیریں اگ کر کرے کی فنا میں منتشر ہو رہی تھیں۔

فریدی نے حمید کو کرے سے نکل جانے کا اشارہ کیا اور تبہ خانے کا ڈھکن کھول کر خود بھی کرے سے باہر نکل آیا۔ پھر دھوئیں کا ایک امنڈٹا ہوا بادل دروازے کی طرف چھٹا۔ حمید اس کا مطلب سمجھ چکا تھا.... اُس نے اپنا پستول نکال کر اُس کی ہال دروازے کی طرف چھادا۔

”بے سود.... قطعی بے سود....!“ فریدی آہتہ سے بڑا بڑا۔ ”ہم دھوکا کھا گئے....!“ تھوڑی دیر کے بعد دھواں ختم ہو گیا.... فریدی اور حمید پھر کرے میں داخل ہوئے۔ کرے میں بارود کی بدبو چیلی ہوئی تھی۔

اور پھر وہ تبہ خانے میں آئے، جو بالکل خالی تھا.... میز پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا۔ اس پر عربی زبان میں کچھ تحریر تھا۔ فریدی اُسے پڑھنے لگا.... اور ایک بار پھر وہ کسی زخمی درندے کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا۔

”اچھا.... اچھا.... دیکھا جائے گا.... فریدی لوٹا نہیں۔“ وہ آہتہ سے بولا۔ حمید جرت سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

”نکل گیا....!“ حمید نے کہا۔

فریدی کوئی جواب دینے کے بجائے لپک کر کرے کا فرش دیکھنے لگا۔

”اوہ....!“ اسکے منہ سے بے اختیار لکلا اور پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ ”مجھ سے بڑا حصہ آج تک نہ پیدا ہوا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا وہ استفہامی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اوہ چیزیں....!“ فریدی نے کہا۔

دونوں تبہ خانے سے چڑھے آئے۔

”اس کا گند پر کیا لکھا ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”فریدی پڑھ کرنے سے سمجھانے لگا....!“

”محترم سر اخ رسان!

تم خوب خود بچ میں آپکے... میں تو سر بتحال کو ایک شاندار سبق دینے چاہتا تھا۔

ہر وہ شخص جو اس رومال کا راز جانے کی کوشش کرے گا اس کا بھی حشر ہو گا۔ میں نے شخص اس لئے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچایا کہ تم بھی سر بیتحال کے بیچے پڑے ہوئے ہو۔ اس رومال کو اپنے پاس رکھنے والے کی سزا موت ہے اور اس کا راز جانے کی کوشش کرنے والے کو بھی تھوڑی بہت سزا ضرور دی جاتی ہے۔ تمہارے لئے فی الحال بھی صدمہ کافی ہے کہ تم دھوکا کھا سکے۔ سر بیتحال کو اس سے زیادہ بھگتا پڑے گا.... دیکھ لودھواں بن کر تمہارے تہہ خانے سے جا رہا ہوں.... خیر تھوڑی سی ہشری اس رومال کی بھی ہن لو۔ علی فضیل نے ایک پرانے مقبرے سے وہ رومال کھو دکھا لایا۔ دو ہزار سال پرانے مقبرے سے.... فرعون سو تم کی بیٹی لامیا کے مقبرے سے.... فرعون کی وہ بیٹی جو سانپ پالتی تھی.... فرعون کی وہ بیٹی جو زہر میلے سانپوں کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتی تھی.... فرعون کی وہ بیٹی جس کا سارا جسم سانپ چاٹتے تھے.... اور جب علی فضیل نے اس کا رومال کھو دکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا اس کے بیچے لگ گیا اور پھر ایک دن اس نے اسے اس طرح چھ کر بچینک دیا جیسے کوئی شریر پچ کسی منھی سی چڑیا کی ناگیں نوج ذاتا ہے.... رومال مصر قدیم کے بعض اہم رازوں سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کے بیچے پڑنے والے کی سزا موت ہے.... خوفناک روٹیں اس کی محافظت ہیں۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ حمید سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"لغویت اور بکواس....!" فریدی خلاء میں گھورتا ہوا بڑی بڑی۔

"میں بھی ضعیف الاعقاد نہیں.... مگر...." حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"تمہرے خانے سے دھواں بن کر نکل جانے والی کوئی بدروج تھی۔" فریدی نے طنزیہ انداز میں حمید کا جملہ پورا کر دیا۔

"پھر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"زوہ میں نقلی ڈالا ہیاں نہیں لگاتیں.... روٹیں کسی مزدور کو سوت پہننا کر اسے پستول کی گولی کا نشانہ نہیں بنتا۔"

"مگر.... مگر.... دھواں....!" حمید ہکایا۔

”ایک چھوٹا سا نام بہم جو اُس نے کہیں پچھا کھاتا۔“

”ہم لوگوں کی عدم موجودگی میں کسی طرح تہبہ خانے سے نکل گیا اور نام بہم ڈالا گیا... اور وقت معینہ پر بہم پہنچ گیا... چونکہ وہ ایک بند جگہ میں پھٹا تھا اس لئے دھماکے کے بجائے صرف ہلکی سی گونج اور گھر گھرا ہبٹ سنائی دی۔ بہم زیادہ طاقتور نہیں تھا ورنہ کمرے کا فرش پیشہ جاتا۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرپرحتاں کے علاوہ کوئی اور بھی اس روپ میں دپھی ہی نہیں لے رہا بلکہ حقیقتاً اس روپ میں قابض بھی ہے۔“ حمید نے کہا۔  
”یہ ایک نیا معنہ پیدا ہو گیا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن سرپرحتاں کی پوزیشن میرے ذہن میں صاف نہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ اُس نے اسی مقصد کے تحت اس آدمی کو ٹیکی کے حوالے کیا تھا۔ اُس سے وہ روپاں زبردستی حاصل کر لے۔“ حمید بولا۔

”یہ تو ظاہری بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”لیکن میں اس سے مطمئن نہیں۔“

”اس لئے کہ تمہارے بیان کے مطابق اس رات کو سرپرحتاں نے کسی کارروالی عائب نہیں کیا تھا جس رات وہ روپاں حینہ سے چھینا گیا۔“

حمدید کچھ سوچنے لگا۔ دھننا اس کی آنکھیں چڑک انھیں۔

”یا یہ ممکن نہیں۔ وہ ہر دوسرے سرپرحتاں کا آدمی رہا ہو جو روپاں چھین کر بھاگا تھا اور پھر اسے کسی دوسرے آدمی نے ہلاک کر کے روپاں اس سے حاصل کر لیا ہو.... اس طرح سرپرحتاں اپنی کوششوں کے باوجود بھی محروم رہ گیا ہو۔“

”یہ بھی ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر چند لمحے جاموش رہ کر بولا۔  
”لیکن تمہیں یہ بھی مانتا پڑے گا کہ سرپرحتاں ہم لوگوں سے بے خبر نہیں تھا۔“

”کیوں.....؟“

”اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اتنے موٹے ڈکار کو دوسروں پر چھوڑ کر خود وہاں سے چلانے جاتا۔“  
فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ دھننا اس کی آنکھوں میں دبے ہوئے جوش کی جھلکیاں نظر آنے لگیں اور وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔

”لیکن غہرہ!“ اس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”ٹیکی اس وقت وہاں کیا کر رہا تھا... تو

موت کی آندھی

اس کا مطلب یہ کہ وہ ایک سوچی سمجھی ہوئی اسکیم تھی.... وہ.... حمید.... ہم لوگ بالکل گدھے ہیں.... پر لے سرے کے احص.... لیکن اتنا یاد رکھو کہ کیپن خاور چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

”معلوم نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ حمید اکتا کر بولا۔ ”سرپتحال سے آپ کیپن خاور پر آگئے۔“

”مہبود....“ فریدی نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”اس نے ریسیور اٹھا کر ڈائل گھماتے ہوئے کہا۔ ”اکتوبری.... مصری سفارت خانہ.... شرف العزیز.... نہیں ہیں.... ان کے بنگلہ کا فون نمبر کیا ہے۔“

”وہ.... اچھا شکریہ۔“ فریدی نے ڈس کنکٹ کر کے دوبارہ نمبر ملائے ”یلو.... کیا شرف العزیز ہیں.... میں اسکرٹ فریدی بول رہا ہوں.... و علیکم السلام.... میں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں.... اس دوران میں کسی نے مصر جانے کے لئے ویزا کی درخواست تو نہیں دی.... ہوں.... اور کوئی ذرا مہبود.... میں نوٹ کروں گا.... کیا نام بتایا تھا.... ہاں.... اچھا اچھا.... اور.... اور.... بہت خوب.... اچھا شکریہ.... کل ہم لوگ دلکشا میں چائے بھی بجیں گے اور کھانا بھی کھائیں گے۔ بہت دنوں سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی.... میڈ موز نکل شیافیر وزان کو بھی میری طرف سے کہہ دینا.... اچھا.... والسلام....!“

فریدی ریسیور رکھ کر مڑا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

”اور ساتھ نے“ وہ حمید سے بولا۔ ”سرپتحال مصر جا رہا ہے۔ اس نے مصری سفارت خانے میں ویزا کے لئے درخواست دی ہے۔“

”دی ہو گی۔“ حمید جلا کر بولا۔ ”مجھے تو کیپن خاور کی ہوندوں موت کا غم کھائے جا رہا ہے۔“

”کیوں....؟“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اپنے رقب سے اتنی محبت کرتے ہو۔“

”محبت نہیں بلکہ خواہ خواہ کی پھانسی سے ڈرتا ہوں۔“ حمید نے اکتا کر کہا۔ ”کس جنگ میں پھنس گیا۔“

”ذرو، نہیں پیدا رے تم خواہ خواہ کیوں مرے جا رہے ہو.... یہ سب مجھ پر چھوڑ کر اپنے کام میں لگ جاؤ۔“

”کام....! اب کیا کام ہے؟“

"شہزاد کو کہیں عائب کر دو۔" فریدی نے کہا۔

"عائب کہاں کر دوں... میں لا کر تھے خانے میں۔"

"جی نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تھے خانے کا راز افشاء ہو چکا ہے۔"

"پھر....!"

حید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعہ اٹلی فون کی تھی بھی۔ فریدی نے رسیور اخالیا۔

"بیلو... فریدی بول رہا ہے... اور آپ... جی... کیا... ہاں ہاں... حید یہاں اس وقت میرے پاس موجود ہے... اور... تو میرا خیال صحیح لکلا... خیر خیر یہ ثابت کرنا تو میرا کام ہے... آپ مطمئن رہیں... اس کی یا میری ملازمت پر ذرہ برابر بھی آجھ نہیں آسکتی... خیر خیر...!"

فریدی رسیور رکھ کر مڑا۔ وہ قدرے محفکر نظر آرہا تھا۔

"کون تھا...؟" حید نے پوچھا۔

"ہمارے سر نندھٹ صاحب۔" فریدی نے تلخ لمحے میں کہا۔ "شہزاد عائب ہو گئی ہے اس کے خالہ زاد بھائی کیپشن خاور نے مخلوق لوگوں میں تمہارا اور میرا نام بھی لکھا دیا ہے۔"

"مگر وہ تو کہتی تھی کہ وہ اس کا کوئی بھی نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"پولیس کو اس سے کیا غرض اس نے پولیس کو تو اس قسم کا کوئی بیان نہیں دیا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا...!" حید۔

"بہت بُرا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اتا بُرا کہ شائد اب جلد ہی جنمیں کیپشن خاور کی بھی جنمیں و تھیں کا انتظام کرنا پڑے گا۔"

## ایک لٹیرا

"جنہم میں گیا خاور۔" حید بے چینی سے بولا۔ "شہزاد کے لئے کیا کیا جائے۔"

"مگر اور نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "سب تھیک ہو جائے گا... سر بتحال کو مسر جانے کے لئے اس وقت تک وہ انہیں مل سکا جب تک میں نہ چاہوں۔"

”تو کیا یہ سر بھال ہی کی حرکت ہے۔“

”میں بھی سمجھتا ہوں۔“

”لیکن وہ تمہے خانے والا۔“

”فی الحال اُسے بھول جاؤ۔“

”لیکن آخر سر بھال ہمیں کیوں پھنسانا چاہتا ہے۔“ حمید نے آتا کر پوچھا۔

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن آخر یہ پر نشست کا پٹھا ہم لوگوں کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”خیر.... اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر دیکھا جائے گا۔“

”آئندھ رہے جیں.... چلو کھانا کھائیں۔“

کھانے کے دوران میں حمید خاموش رہا.... فریدی بھی کچھ نہیں بولا۔

”تم اتنے خاموش خاموش کیوں ہو۔“ فریدی کھانا کھاچکنے کے بعد بولا۔

”بھی شہزاد کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو.... ابھی کل ہی کی بات ہے کہ تم نے عشق سے توبہ کی تھی۔“

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اور یہ تو بڑا چھا ہوا.... اب تم بھی کچھ ہاتھ پر سیدھے کر سکو گے.... ایک بار تم شہزاد کے لئے سر دھڑکی بازی لگا چکے ہو۔ اس بار پھر سکی۔“

”مجھے اسکا افسوس ہے کہ میری بدولت اُسے مصیبت جھیلنی پڑے گی۔“ حمید بے بسی سے بولا۔

”اُرے عشق میں چنے کے لو ہے اُرے.... لاحول.... لو ہے کے چنے چنانے پڑتے ہیں.... اگر وہ تمہارے لئے اتنی سی مصیبت جھیل ہی لے جائے گی تو کیا ہو جائے گا۔“

”آپ خواہ تجوہ میرا مذاق اذار ہے ہیں۔“ حمید نہ امان کر بولا۔ ”آپ پر کبھی گذری ہوتی تو معلوم ہوتا۔“

”اُف.... کیا بات کہہ دی ہے تم نے۔“ فریدی سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”اس دل پر تو اسی گذری ہے کہ خداد شمن کو ضرور نصیب کرے۔“

حمید احتجا جا انٹھ کر دہاں سے جانے لگا۔

"ٹھہر و....!" فریدی سخت لبجے میں بولا۔ "تم بعض اوقات اتنے احتق کوں ہو جاتے ہو.... میں نے شہزاد کا انعام پہلے ہی کر لیا ہے۔" حیدر کر کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے کچھ آدمیوں کو اُس کے مکان کی گھر انی کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ آج دفتر میں پر نشذت سے گفتگو کرنے کے بعد ہی میں نے یہ اقدام کیا تھا۔ وہ جہاں بھی لی جائی گئی ہو گئی مجھے اس کی اطلاع مل جائے گی۔"

"اگر اسے بھی ختم کر دیا گیا تو....!" حیدر نے کہا۔

"تو پھر میں تم دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دوں گا۔" فریدی نے بیزاری سے کہا اور انھوں کر کرے میں ٹھیٹے گا۔

حیدر خاموشی سے ایک طرف کری پر ڈینگ گیا۔

"جاوہ نا جا کر کیپٹن خاور کے گریان میں ہاتھ ڈال دو....!" فریدی اس کی طرف مرکر ہاخٹکوار لبجے میں بولا۔

"آپ تو خواہ مخواہ دار ارض ہو جاتے ہیں۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک نوکر کرے میں داخل ہوا۔

"ایک بر قدر پوش عورت آپ سے ملتا چاہتی ہے۔" اس نے کہا۔

"بر قدر پوش عورت....!" فریدی چونک کر بولا۔ "اچھا ہے ذرا انگ روم میں بھاؤ۔" نوکر چلا گیا۔

"یہ بر قدر پوش عورت کون ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔

اس نے حیدر کو ساتھ آنے کے لئے اشارہ کیا اور ذرا انگ روم کی طرف رو انہ ہو گیا۔

ایک عورت جس نے خود کو سر سے چیر تک سیاہ بر قنے میں چھپا رکھا تھا۔ ذرا انگ روم کے دروازے بند کر ری تھی۔ فریدی اور حیدر اس کی اس حرکت پر تمحیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے انہوں نے اتنی لمبی ترکی عورت آج تک نہ دیکھی تھی اور پھر آخر ذرا انگ روم کے دروازے بند کرنے کا کیا مطلب تھا۔

فریدی کا ہاتھ بے اختیار اپنی کوٹ کی اس جیب میں چلا گیا جس میں پستول تھا.... عورت

نے بلا آخ دروازہ بھی بند کر دیا جس سے وہ لوگ کمرے میں داخل ہوئے تھے.... اور پھر اس نے  
نقاب الٹ دی۔

"اوہ" فریدی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "کون جبار خان۔"

"تھی ہاں....!" اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب....!" فریدی نے کڑے لبجھ میں پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ جبل کی نگہ و ناریک کو نظری میرا منتظر کر رہی ہے.... لیکن وہ موت  
سے بہتر ہے۔ میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں.... میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"آخر بات کیا ہے۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے زم لبجھ میں پوچھا۔

"صرف آپ یہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلاتے ہیں۔"

"کچھ کہو بھی....!" حمید آتا کر بولا۔

"حیثیت کے قتل کا بھی کچھ تھوڑا بہت ذمہ دار ہوں۔"

"کون حیثیت....!" فریدی نے لاپرواٹی سے پوچھا۔

"وی جو دلکشا ہوئی میں قتل کر دی گئی تھی؟"

"اچھا..... ہوں تو کیا تم اقبال جنم کر کے خود کو قانون کے حوالے کرنے آئے ہو.... بہتر  
یہ ہو گا کہ تم کو تو ولی جا کر اپنا بیان دے دو.... بھلا میرے پاس آنے سے کیا کامدی۔"

"اس طرح تو آپ یہ مجھے موت یہ کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔" جبار خان نے گمرا  
کر کہا۔

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ایک ایسے آدمی کو اپنے یہاں سے سمجھ و سلامت نکل جانے دوں  
گا جسے پولیس چار سال سے ٹلاش کر رہی ہو۔" فریدی نے کہا۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" جبار خان نے کہا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ حرast میں لے  
لیا جاؤں کیونکہ اسی طرح میری جان نکل سکتی ہے۔"

"ایسی لئے تو کہتا ہوں کہ کو تو والی ٹپے چاؤ۔"

"تھوڑا اگر راستے ہی میں کسی نے مجھے نہ کھلانے لگا ہیا تو.... ذر را ذر تا تو میں یہاں تک آیا  
ہوں۔" جبار خان نے کہا۔ فریدی اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تم اب تک کھا رہے۔" فریدی نے پوچھا۔  
 "اسی شہر میں۔" جبار خان بولا۔ "نام تبدیل کر کے تیم خانے میں ملازمت کر لی تھی۔"  
 "لیکن ایسا کیا تم پولیس کو اپنے متعلق بتانا چاہتے ہو۔"  
 "بھی بتانے کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔"  
 "تو بتاؤنا...!" فریدی جماہی لیتا ہوا لاپرواپی سے بولا۔  
 "کئی دن ہوئے مجھے ایک لفافہ بذریعہ ڈاک ملا جس میں سور و پے کا ایک نوٹ تھا۔"  
 "بڑے خوش قسم ہوتا...!" فریدی اُس کی بات کاٹ کر بولا۔  
 "جی نہیں اسی نوٹ سے میری بد قسمی شروع ہوئی۔" جبار خان بولا۔  
 "پلوٹیکی سکی.... آگے کہو۔" فریدی اکتاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔  
 "اسی نوٹ کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں کسی نے مجھے بارہ بجے رات کو ایک ستان  
 سڑک پر جانے کے لئے لکھا تھا۔ اُس میں یہ بھی تھا کہ مجھ سے جو کام لیا جانے والا ہے اس کے  
 عویض مجھے تم ہزار روپے ملیں گے جس میں سے ڈیڑھ ہزار تو اسی وقت مل جائیں گے۔ جب  
 میں شر انظامیان جاؤں گا اور ڈیڑھ ہزار کام ہو جانے پر...!"  
 "کیا وہ خط تمہارے اصلی نام سے آیا تھا۔"  
 "جی نہیں.... لفافہ پر وہی نام درج تھا جو میں نے بعد میں اختیار کیا تھا... سعید احمد۔"  
 "ہوں....!"  
 "پہلے تو میں سمجھا کہ شاید پولیس کو میرے متعلق معلوم ہو گیا ہے.... لیکن پھر سوچا کہ اگر  
 پولیس کو معلوم ہو گیا ہوتا تو وہ اتنی دردسری کیوں مول لیتی... سور و پے کا خون کرتی۔"  
 "داستان کو مختصر کرو...! میں بہت مشغول آدمی ہوں۔" فریدی نے کہا۔  
 "بہر حال میں کافی سوچ و بچار کے بعد سر کلر روڈ پر بارہ بجے رات کو پہنچ گیا۔ مجھے  
 کنوئیں کے پاس والے پیپل کے درخت کے نیچے آنے کو لکھا گیا تھا... چاروں طرف تاریکی  
 پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کار آکر وہاں رکی اور کسی نے میرا اصلی نام لے کر پکارا۔ میں  
 دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ موڑ کے قریب پہنچا... کار میں اندر چراحتا۔ میں اس کی صورت نہ  
 دیکھ سکا۔ اور شاید اب اس کی آواز نہ پہچان سکوں.... کیونکہ وہ اپنی آواز کو دبا کر باقیں کر رہا

تحا۔ اُس نے مجھے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دینے کے لئے خلاش کرنے کو کہا جسے آسانی سے پچھانا نہ جاسکے.... آپ جانتے ہوں گے کہ میں نے آج تک قتل وغیرہ کے معاملے میں ہاتھ نہیں لگایا لیکن ان دونوں روپیوں سے تکف تھا۔ سوچا مجھے تو قتل کرنا نہیں ہے۔ لہذا میں اس پر راضی ہو گیا۔۔۔ اور معاملہ بھی عجیب دلچسپ تھا۔ وہ محض ایک روپال کی خاطر قتل کی جاری تھی۔ موڑ والے نے مجھے بتایا کہ حسین سے روپال لینے کے بعد اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ میں راضی ہو گیا۔ مجھے ذیزدھ ہزار روپے اُسی وقت مل گئے اور ایک کاغذ بھی ملا جس پر اُس قتل کے متعلق ساری احتیاطی تدبیریں درج تھیں۔۔۔ وہ کاغذ اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے۔۔۔ ہاں تو میں نے اُس سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کیا۔۔۔ لیکن وہ یہ سارا کام دوسری ہی رات کو کر ڈالنا چاہتا تھا۔۔۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ جو اُسے قتل کر کے روپال لے آئے گا اس کے لئے ایک ہزار روپے الگ سے دینے جائیں گے۔۔۔ میں نے دوسری ہی رات کو یہ کام سرانجام دے ڈالنے کا وعدہ کیا۔۔۔ میرے ذہن میں ایک آدمی تھا۔۔۔ وہی جو اسی رات کو دلکشا ہوٹل کے باہر قتل کر دیا گیا۔ میں نے اُسے تیار کیا۔ وہ ایک معمولی مزدور تھا۔۔۔ میں نے موڑ والے کی اسکم کے تحت اُسے نیس قسم کا سوت پہننا کر دلکشا ہوٹل میں بھیج دیا۔۔۔ اور پھر جب وہ ہوٹل سے باہر نکلا تو کسی نے اس کو قتل کر دیا۔۔۔

جبار خان خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”لیا تم اس وقت وہیں موجود تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ میں آگے بڑھ کر ایک چائے خانے میں بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اُس روپال کو لے کر سیدھا ہیں آئے۔۔۔ لیکن کسی نے اُسے۔۔۔!“

”تمہیں بقیہ روپے تو مل گئے ہوں گے۔“

”آج بارہ بیکھ رات کو ملیں گے۔“ جبار خان نے کہا۔ ”مجھے آج پھر ایک خط ملا ہے جس میں لکھا ہے کہ میں آج بارہ بیکھ رات کو اُسی پہنچ کے درخت کے پیچے پہنچ جاؤں۔“

”وہ خط اور وہ کاغذ جس پر قتل کی اسکم لکھی ہوئی ہے مجھے دو۔“ فریدی نے کہا۔

جبار خان نے کاغذات جیب سے نکال کر فریدی کو دے دیئے۔ فریدی انکا بغور مطالعہ کرتا رہا۔

”تو پھر تم یہاں کیوں دوڑے آئے۔“ فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو صحیح تک میری لاش سردی سے اکٹھا جائے گی۔" جبار خان نے کہا۔

"کیوں....؟" فریدی نے اُسے تیز نظر دی سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہ شخص انہا کی رازداری سے کام لے رہا ہے.... اُس نے اُس حزدور کو کیوں قتل کر دیا؟ ردمال حاصل کر لینے کے بعد اُسے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا.... میں بھی اسی بساط کا ہی ایک ہمہ ہوں ہے مبہہ سے بچتے کے لئے پڑاوایا جائے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر میں روپے کے لاچ میں وہاں دوڑا گیا تو میرا بھی وہی حشر ہو گا جو اُس حزدور کا ہوا۔ اب صرف آپ ہی میری جان بچا سکتے ہیں۔"

"ہوں....!" فریدی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "تم یہ کس طرح کہتے ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے۔" جبار بولا۔ "یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم جرام پیشہ لوگ چھٹی سس بھی رکھتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ جو لوگ شارع عام پر کسی کو گولی مار سکتے ہیں کیا وہ خود ہی حسینہ کو قتل کر کے وہ ردمال نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے کسی مجبوری ہی کی بنا پر مجھے اس معاملے میں شریک کیا اور پھر شخص رازداری کے خیال سے اس حزدور کو قتل کر دیا۔ تو پھر اب وہ مجھے کیوں زندہ رہنے دیں گے.... مجھے منطق نہیں آتی ورنہ میں اس سے بھی زیادہ زور دار دلاکل پیش کرتا دیے میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بھی وہی حشر ہونگا الا ہے، جو اُس حزدور کا ہو۔"

جبار خاموش ہو کر رحم طلب نگاہوں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ شخص جو تم سے سر کلروڈ پر ملا تھا کوئی انگریز تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"انگریز تو کسی طرح نہیں ہو سکا.... کیونکہ وہ اردو میں گفتگو کر رہا تھا۔" جبار نے کہا۔

"بیترے انگریز اچھی خاصی اردو بولتے ہی ہیں۔" فریدی بولا۔

"لیکن الجھ۔" جبار مضطربانہ انداز میں بولا۔ "میں نے آج تک کوئی انگریز نہیں دیکھا جس کا لجہ ہندوستانی ہو۔"

"اوہ....!" فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"میں نے انہا میں پڑھا تھا کہ آپ بھی کیس میں دچپی لے رہے ہیں۔" جبار نے کہا۔

”کون سا کیس...!“

”وہی حسینہ والا...!“

”میں اتفاقاً وہاں پہنچ گیا تھا... اور یہ ردمال والا معاملہ تو کسی طرح میرے طبق سے نہیں اترتا... بھلار و مال... لا حول ولا قوہ کسی حق کو بھی اس پر یقین نہیں آسکتا۔“

”میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ مجھے بھی بتایا گیا تھا۔ اس کاغذ میں بھی وہی تحریر ہے... اب اس کی تہہ میں کیا راز ہے یہ میں نہیں جانتا۔“

”تو اب تم کیا چاہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”کتنی بار کہوں۔“ جبار جلا کر بولا۔

”تم نے ایک بار بھی نہیں کہا۔“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔

”میں نے یہاں آکر سخت غلطی کی۔“ جبار آہستہ سے بولا۔ اس کی آنکھوں سے بے اعتباری مترجم ہو رہی تھی۔ ”میں تو سمجھا تھا کہ میری اس اطلاع پر آپ اچھل چل پڑیں گے۔“

”مگر تمہاری اطلاع میں کوئی ایسی بات نہیں جسے سن کر اچھلتا پڑے۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں ناامید ہو جاؤں۔“

”میں یہ بھی نہیں کہتا۔“

”پھر آخر آپ کہتے کیا ہیں۔“

”پولیس کو فون کر کے جھمیں احتیاط سے جیل بھجوادوں۔“

”تو کیا وہ مجھے جیل میں زندہ رہنے دیں گے۔“

”زندہ تو تم کہیں بھی نہیں رہ سکتے... تمہارا مرنا اتنا یقینی ہے جتنا کہ اس آدمی کا جو تمہیں سر کلر روڈ پر ملا تھا۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”مطلب سمجھ کر تم کیا کرو گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر تم نہیں خبرو، مگر اس طرح نہیں تمہیں یہاں پولیس والوں کی مگر انی میں رہنا پڑے گا۔“

”مجھے منکور ہے۔“ جبار نے کہا۔

فریدی نے ریسیور رکھ کر انکنٹر جکڈ لیش کو فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد جکڈ لیش دو مسلک سپاہیوں

کے ساتھ فریدی کی کوئی پہنچ گیا۔

جبار خان کو دیکھ کر وہ چونکہ پڑا۔

”ہاں یہ جبار خان ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود کو پولیس کے حوالے کرنے آیا ہے۔“

”اوہ....!“ جکد لیش نے کہا اور جبار کو گھومنے لگا۔

”یکن یہ نہیں بتانا چاہتا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں انگلوالوں گا۔“ جکد لیش نے کڑے لبھ میں کہا۔

”جی نہیں.... دارونہ جی صاحب.... اس کی ضرورت نہیں۔“ فریدی طنزیہ لبھ میں بولا۔ ”آپ اس کے لئے مجبور نہ کہجئے گا۔“

”اوہ....!“ جکد لیش معنی خیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ اُس وقت تک یہاں نہ ہو کر اس کی ٹکرانی کریں گے جب تک کہ میں واپس نہ آ جاؤں۔“ فریدی نے کہا۔

”حوالات میں کیوں نہ رکھا جائے۔“ جکد لیش نے کہا۔

”بھی میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو....؟“ فریدی جھنجلا کر بولا۔

”بہت اچھا.... بہت اچھا۔“ جکد لیش نے جلدی سے کہا۔

”اپنے ان دونوں سپاہیوں کو بھی کمرے سے باہر نہ جانے دینا۔“

”اچھا.... لیکن....!“

”یکن کیا....!“ فریدی اسے آنکھ مار کر بولا۔ ”میں آج رات بھر جبار خان کو اپنا ہی مہمان رکھنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ....!“

”باہر کسی کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔“ فریدی نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”تم میری طرف سے انعام کے مستحق ہو گے۔“

”نہیں سرکار بھلا ایسی بات ہو سکتی ہے۔“ ایک سپاہی بولا۔

”نہیں ذرا انگر روم میں چھوڑ کر فریدی اور حمید باہر چلے آئے۔“

”اپنا یہ سوت پہن لو۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔

”کیوں....؟“

”اُبھی بتاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے سونے کے کمرے میں چلا گیا۔  
تحوڑی دیر بعد وہ سیاہ سوت میں ملبوس کمرے سے نکلا۔... حمید نے بھی اُس کی ہدایت کے  
مطابق سیاہ سوت پہن لیا تھا۔ فریدی اپنے جیب میں پڑے ہوئے پستول کو نٹول ہوا بولا۔ ”ریو الور  
بھی لیتے چلو۔“

## کار میں لاش

رات تاریک اور انتہائی سرد تھی۔ ستارے اس طرح کپکپا رہتے تھے جیسے وہ برف کے طوفان  
میں پھنس کر آخری جدو ججد کر رہے ہوں۔ چاروں طرف ایک لامتناہی سناٹا چھالیا ہوا تھا۔... کبھی  
کبھی جھیگڑوں کی ”جمائیں جمائیں“ اچانک رک جاتی اور ایسا معلوم ہونے لگتا جیسے سانے کا تسلی  
نوٹ گیا ہو۔

سر کلر روڈ پر جو شہر میں روشنی کی یو چھاؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شہر کے باہر کے دیران  
جھومنیں آکر تاریکی کی آغوش میں سو گئی تھی اور اس وقت قدموں کی آہنیں بھی اُس کے سینے  
میں دھرنیں نہیں پیدا کر رہی تھیں اس کے دونوں کناروں پر بڑے بڑے درخت اور کہیں کہیں  
گھنی جھائیاں تھیں۔ وقتاً س کے سیاہ سینے پر روشنی کی لمبی لمبی لکیریں نظر آنے لگیں اور دور کسی  
کار کی ہیئت لا نہیں دکھائی دیں۔ کار تیزی سے آرہی تھی۔... چیل کے پرانے درخت کے قریب  
آکر اُس کی رفتار کم ہو گئی اور پھر کچھ دور چلنے کے بعد رک سی گئی لیکن مشین نہیں روکی گئی۔ انہیں  
کی ہلکی ہلکی آواز فضائیں منتشر ہو رہی تھی۔ ہیئت لا نہیں بجھادی گئی۔... کسی نے کھڑکی سے سر  
نکال کر چیل کے درخت کی طرف دیکھا۔... وہاں ایک تاریک سایہ متحرک نظر آ رہا تھا۔

”جباد خان“ کار والے نے آہستہ سے آواز دی۔ ”قریب آؤ۔...!“ یہ آہستہ آہستہ کار کی  
طرف بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی کار والے کا ہاتھ جیب میں گیا۔ اُس نے پستول نکال کر اس کی ہال کار  
کی کھڑکی پر رکھ دی۔ لیکن کار کی طرف بڑھنے والا سایہ شاند اس سے بے بے خبر تھا۔ وہ کار سے ڈیڑھ  
فٹ کے قابلے پر کھڑا ہو گا۔... کار والے نے پستول مضبوطی سے کپڑا لیا۔... لیکن دوسرا نہیں

لمحے میں کار کی دوسری کھڑکی سے ایک ہاتھ ان کی گردن کی طرف بڑھا۔ کار والے کو اس کی خبر لکھنے آئی۔

”خبردار...!“ بیچھے سے آواز آئی۔ ”اپنا پستول سڑک پر گراوو۔“

کار والے کی گردن میں خندتے لوہے کا تھام سادا ترہ چینتے لگا۔....

”پستول سڑک پر گراوو...!“ بیچھے سے پھر آواز آئی۔ ”اگر تم نے ذرہ برابر بھی جنبش کی تو کھو پڑی اڑ جائے گی۔“

کار والے کا پستول سڑک پر آگ رہا۔ اس کے سامنے کھڑا ہوا آدمی خاموش کھڑا تھا۔

”کیپٹن خاور بیچھے اڑ آؤ۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”تم کون ہو۔“ کار والے نے خوفزدہ لبجھ میں پوچھا۔

”اپنے فریدی۔“ سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے کہا۔

”شہناز کہاں ہے۔“ بیچھے سے سرجنت حمید نے پوچھا۔ اس کے پستول کی ہال کار والے کی گردن میں چبی چارہ تھی۔

”میں نہیں جانتا۔“ کار والے نے کہا۔

”بیچھے اڑ آؤ۔“ آخر فریدی نے کہا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔

کار کے انجن کی آواز سنائے میں گونج رہی تھی۔ کار والے نے ایک جھپٹا سیدان پر رکھ دیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے ہو بیچھے اڑ رہا ہو۔ لیکن اندر ہیرے میں فریدی یہ نہ دیکھ سکا کہ کار والے کا ہاتھ گیز پر ریگ رہا ہے۔ دھنعتا فریدی کو اپنی بنیادی علطی کا احساس ہوں اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین بند کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کار ایک جھنکے کے ساتھ چل پڑی۔.... سرجنت حمید دوسری طرف سڑک کے کنارے لٹھک گیا۔.... اور فریدی کھڑا ہاتھ مٹا رہ گیا۔ حمید نے پے در پے قاتر کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن کار گولیوں کی دسترس سے دور جا پہلی تھی۔

”کیوں فضول کا توس خراب کر رہے ہو۔“ فریدی جھلا کر بولا۔ ”تم سے بھی اتنا ہو سکا کہ ہاتھ بڑھا کر انجن بند کر دیتے۔“

”میں... کیا... میں کیا...!“ حمید ہاپٹا ہوا بولا۔

”ہاں تم کیا کر سکتے تھے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”کیپٹن خاور کا نام سنتے ہی شہناز کی قتل

تو پڑھنی تھی۔"

"شام کے میرے سر میں چوت آگئی ہے۔" "جمید جھینپ کر بولا۔

فریدی نے جک کر سڑک پر سے کیپشن خاور کا پستول اٹھایا۔

دونوں ایک طرف چلنے لگے۔

"میا آپ ناراض ہو گئے۔" "جمید تھوڑی دیر بعد بولا۔" "مجھے خود اس کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔"

"خیر کوئی پرواہ نہیں.... اب یہ لوگ سچ نہیں سکتے۔"

ایک کار تیزی سے آن کے قریب سے گذر گئی۔

"ہمیں کار پر آتا چاہئے تھا۔" "جمید نے کہا۔

"مگر اس کار پر کون تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اس نے ہیئت لا نہیں بھی نہیں جلائی تھیں۔"

"ہو گا کوئی یہ کیا یہاں دیرانے میں چالان کا ذر ہے۔" "جمید بولا۔"

فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن تم کوئی نہایت نیس قسم کی کار۔" فریدی نے کہا۔ "ذرہ برابر بھی آواز نہیں معلوم ہوئی۔"

وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔

"جمید....!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کہیں اس کار پر اس گروہ کا سراغنہ رہا ہو.... کون جانے کہ وہ کیپشن خاور کو ختم کر دینے کے لئے اُدھر آیا ہو۔"

"لیا مطلب....!"

"کیپشن خاور جبار کو قتل کرتا اور وہ کیپشن خاور کو....!"

"وو....!"

"بہر حال اس معاملے میں بھی خاصی چوت رہی۔" فریدی نے کہا۔ "جا بر سے کے بعد یہ دوسری ہستی ملی ہے جس سے مقابلہ کرنے میں دانتوں پیمنہ آ رہا ہے۔"

"میرے دانتوں میں تو درد ہو گیا ہے۔" "جمید فس کر بولا۔"

"خیر خیر جلدی چلو۔" فریدی نے کہا۔ "میرے خیال سے ڈیزہنج گئے ہوں گے۔ اب اس

وقت کوئی سواری بھی نہ ملے گی۔“

دونوں نے تیز تیز قدم اخانے شروع کر دیئے۔

”آخر دہ کون تھا جو ہمارے تہہ خانے سے نکل بھاگا۔“ حمید نے کہا۔  
”سر پتحال...!“

”جی....!“ حمید چلتے چلتے رک کر بولا۔

”چلتے رہو چلتے رہو.... یہ کوئی الگی حرمت انگیز بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔  
”معلوم نہیں آپ اس وقت کس موزہ میں ہیں۔“ حمید بس کر بولا۔ ”شاید اس وقت کی  
نکاحی نے آپ کے ذہن پر کوئی نہ اثر ڈالا ہے۔“

”یعنی میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔

”میں یہ نہیں کہتا.... اگر وہ سر پتحال تھا تو شائد وہ جس نے اُسے شراب پلانی تھی اُس کا  
ہمزاد تھا۔“

”ہمزاد نہیں بلکہ ہمشکل کہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں تمہیں میک اپ کر کے سر پتحال بنا  
سکتا ہوں اور خود فضیل بن سکتا ہوں.... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں فضیل کی گھنگو سے مطمئن  
ہو گیا تھا.... ہرگز نہیں.... میں صرف اس بات پر مطمئن تھا کہ وہ میرے تہہ خانے سے نکل کر  
کہیں جانیں سکتا۔“

”لیکن آپ نے اس وقت اپنے شبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔“ حمید نے کہا۔

”ضروری نہیں سمجھا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ عربی ضرور بولتا تھا لیکن اس کا لبجہ اس کے  
امل زبان ہونے پر دلالت نہیں کرتا تھا....!“

”آخر سر پتحال کی اس حرکت کا مطلب کیا تھا۔“

”محض سیکی کہ میری توجہ اپنی طرف سے ہٹا کر یہاں سے نکل جائے.... اگر وہ اس روایا  
کے حصول کے لئے کوشش کر رہا تھا تو پھر مصر جانے کے لئے ویزا کی درخواست کیوں دی تھی۔  
اس سے تو سیکی ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایا اس کے پاس ہے.... شاید اُسے اس بات کا علم ہو گیا تھا  
کہ تم اس کی حرکت کو بغور دیکھ رہے ہو۔ لہذا اس نے ہمیں یہ قوف بنانے کے لئے یہ پلاٹ بنایا۔  
حرمت ہوتی ہے اس کی ذہانت پر۔ میرے پن چھانے پر وہ اس طرح عربی میں چیخا تھا جیسے اس کے

لئے پہلے ہی سے تیار رہا ہو۔ کتنا مصنوعی نفیاتی رد عمل تھا اس وقت یقیناً میں اپنی اس تمثیر پر خود ہی جھوم اٹھا تھا.... لیکن آج اپنے سے زیادہ احمق کسی اور کو سمجھتی نہیں سکتا.... اور اس کے باوجود بھی میں مخلوق تھا۔"

"تو کیا اُسی وقت آپ نے اس کا اندازہ لگایا تھا کہ وہ سر پتحمال تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... میں مخلوق ضرور تھا لیکن اُس وقت اس کا وہم دگمان بھی نہیں تھا کہ وہ خود سر پتحمال ہے۔"

"اور حقیقت تو یہ ہے کہ اب بھی یہ بات میرے حلق سے نہیں اترتی۔" حمید نے کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "اس راز سے بھی کبھی نہ کبھی پردوہ اٹھتے ہی گا.... میں

تم سے یہ کہتا ہوں کہ بے چوں وچراہ بات پر ایمان لے آیا کرو۔"

وہ دونوں تقریباً چار بجے گمراہ پنج ڈرائیکٹ روم میں نشانا تھا.... "لو بھی کوئی دوسری چوت"

فریدی بوکھلا کر بولا۔ "یہ لوگ کہاں گئے۔ کیا ان احمدوں نے اُسے حوالات پہنچادیا۔"

"نوکردوں کو جگا کر پوچھئے۔" حمید بولا۔

"ٹھہر...!..." فریدی فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا.... اُس نے ریسیور اٹھایا۔ "... بیلو....

کو تو ای ڈیوٹی پر کون ہے.... اوہ.... ذرا جگد لیش کو بلاو۔" فریدی نے ریسیور میز پر ڈال دیا اور

حید کی طرف دیکھنے لگا.... تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر ریسیور اٹھایا۔ "بیلو.... جگد لیش....

فریدی بول رہا ہے.... کیا چوت.... کیسی چوت.... گھاس تو نہیں کھا گے.... اے.... چہرہ

خون میں ڈوبا ہوا تھا.... جھیں کب عقل آئے گی۔ سب ستیاہاں کر دیا تم نے.... لا جوں

ولا قوہ.... میں نے جھیں بلاؤ کر غلطی کی تھی.... میں سمجھا تھا کہ جھیں کچھ کچھ عقل آگئی

ہو گی.... خیر آئندہ احتیاط برتوں گا...." فریدی نے ایک جھیکے سے ریسیور رکھ دیا اور بے چین

سے کرے میں ٹھنک لگا۔ خسے سے اُس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے ایک بار کر میز پر ایک

زور دار مکامار اور پلٹ کر حمید کو گھورنے لگا۔

"کیا ہوا....!" حمید نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نکست....!" فریدی زخمی بھیزیے کی طرح غریا۔ "جبار کو وہ لوگ نکال لے گئے۔"

"نکال لے گئے؟" حمید نے تھیر ان انداز میں پوچھا۔

”ہاں.... جلدیش کو دھو کر دیا گیا.... لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے۔“ فریدی نے صوفے پر گر کر آنکھیں بند کر لیں۔

”جلدیش کس طرح دھو کا کھا گیا۔“ حمید نے کہا۔

”جب میں دھو کے کھار ہوں تو جلدیش کی کیا حقیقت ہے۔“ فریدی نے نہ اسامتہ بتایا۔  
”آخر ہوا کیا....؟“

”جلدیش کا بیان ہے کہ تم بیجے کے قریب تم خون میں نہائے ہوئے ذرا لگکر دم میں داخل ہوئے۔“

”میں....؟“ حمید اچھل کر بولا۔

”ہاں.... تمہارا چہرہ خون میں ڈوبتا ہوا تھا۔“

حمدی گھبرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لیکن پھر اپنی اس حماقت کا احساس ہوتے ہی ہاتھ پتھر گردایا۔

”تم نے اس سے کہا کہ فریدی صاحب جبار کو بلا رہے ہیں.... تم اتنی جلدی میں تھے کہ تم نے جلدیش کو یہ بھی نہ بتایا کہ تم خون میں کیوں نہائے ہوئے ہو۔“

”مگر میں تو....!“

”میرے ساتھ تھے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”تم اتنے احمق کیوں ہو جاتے ہو.... میں یہ کب کہتا ہوں کہ ہوں کہ تم میرے ساتھ نہیں تھے.... اس گروہ کا کوئی آدمی تمہاری شل میں آیا اور جبار کو لے اڑا.... مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔“

”اب کیا کیا جائے۔“ حمید بے بُسی سے بولا۔

”سوچنا پڑے گا.... سوچنا پڑے گا....!“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں نے آج تک ایسا مجرم نہیں دیکھا جو دلیر بھی ہو کھل کر بھی سامنے نہ آتا ہو۔“

”کیوں نہ سر پتھال کو گرفتار کر لیا جائے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا احتملوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے خلاف ثبوت کہاں سے مہیا کریں گے۔ یہ تو اسی وقت ہو سکتا تھا جب ہم کیپٹن خاور کو گرفتار کر لیتے....!“

”کیپٹن خاور....!“ حمید اپنی منحیں بھیجن کر آہستہ سے بولا۔

”جاوہ جا کر سو جاؤ۔“ فریدی نے کہا۔ ”ابھی بہت کچھ کرتا ہے....“

”اب نیند نہیں آئے گی۔“ حمید نے کہا۔

فریدی خاموش ہو گیا۔

”اچھا اس آتش دان میں کوئے ہی ڈال دو۔“ فریدی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا۔

حمد نے اٹھ کر آتش دان میں کوئے سلاگا دیے۔

فریدی جو صوفے میں بیٹھا تو انگھ رہا تھا دھنٹا کھڑا ہو گیا۔

”تمہوڑی دوڑدھوپ کی بہت کر سکو گے۔“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔

”ابھی اس وقت....؟“ حمید اپنے چہرے پر کاملی کے آثار پیدا کرتا ہوا بولا۔

”اور نہیں تو کیا ایک سال کے بعد۔“ فریدی نے کہا اور اپنا اور کوٹ پہننے لگا۔

حمد بھی طوعاً و کہاً اخفا۔ آج کافی تحکم گیا تھا۔ تھکن کا یہ عالم تھا کہ اُسے بولنے میں بھی کاملی محسوس ہو رہی تھی۔

گھری ساز ہے پانچ بجاء ہی تھی۔ وہ دونوں برآمدے سے نکل کر پائیں باغ میں آئے۔

فریدی گیراج کھول کر اپنی کار باہر نکال ہی رہا تھا کہ ایک کار احاطے کے پھانک پر آکر رکی پھر کوئی پھانک کو پکڑ کر ہلانے لگا۔

”کون ہے؟“ حمید پوچھا۔

”پھانک کھلو!...!“

”ادہ آپ....؟“ حمید پھانک کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پرنندھ صاحب“ حمید نے پھانک کھول دیا۔ پرنندھ اندر آگیا۔ فریدی بھی گیراج سے باہر نکل آیا۔

”تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو۔“ پرنندھ نے اُن سے پوچھا۔

”بہم لوگ کہیں جا رہے ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”مگر اب نہ جائیں گے ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ نے غریب خانے پر قدم رنج فرمایا.... اندر تشریف نہ لے چلے۔“

”نہیں....!“ پرنندھ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”میں یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ

کیپن خاور سر کلروڈ کے موز پر اپنی ٹوٹی ہوئی کار میں مردہ پایا گیا ہے... اس کی داہنی کنٹی پر گولی  
لگی....!“

”اوہ....!“ حمید اچھل کر بولا۔ اس کی نظریں بے اختیار فریدی کی طرف اٹھ گئیں۔

”تو میرا خیال بچ نکلا....!“ پرنسنڈنٹ نے کڑے لبجھ میں کہا۔

”اگر آپ اپنے خیال سے مطلع فرمائیں تو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔“ فریدی نے مسکرا کر

کہا۔

”حید اس خبر کو سن کر گھبرا کیوں گیا۔“ پرنسنڈنٹ نے تلخ لبجھ میں کہا۔

”اس لئے کہ اُسے کیپن خاور کا انجام معلوم تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”یعنی....?“

”یہی کہ جو ایک قाल کا انجام ہوتا چاہے۔“

”کون قाल....!“

”کیپن خاور....!“

”ند جانے تم کہاں کی باتیں کر رہے ہو۔“ پرنسنڈنٹ جھلا کر بولا۔

”شاید آپ کو نہیں معلوم کہ وہ رومال والا کیس میرے پر د کر دیا گیا ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ پرنسنڈنٹ تلخ لبجھ میں بولا۔

”تو پھر بس کیپن خاور کا قتل اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے.... حینہ سے رومال مزدور نے  
چھینا.... مزدور کو کیپن خاور نے ختم کیا اور ہو سکتا ہے کہ وہی حینہ کا بھی قाल ہو.... اور پھر  
کیپن خاور کو اس کے اوپر والوں نے ختم کر دیا۔“

”بیوت....!“

”بھلا میں آپ کو بیوت کیوں کر دے سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کیس میں میرا  
تعلق بر اور راستہ ڈی۔ آئی۔ جی۔ سے ہے۔“

”ہوں.... اچھا....!“ پرنسنڈنٹ نے حید کی طرف مژ کر پوچھا۔ ”شہناز کہاں ہے۔“

”بھلا وہ بیچارہ کیا بتائے گا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”وہ بیچارہ تو اس کے لئے نبڑی طرح ترپ  
رہا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ شہناز کہاں ہے۔“

"یہاں ہے۔" پرشنڈنٹ نے گدھ کر پوچھا۔ فریدی کے طرزِ ملکوں نے اس کا مود  
بگاڑ دیا تھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔" فریدی نے تلخ بچھ میں کہا۔ "میری مصلحت اسکی اجازت نہیں دیتی۔"

"میں تمہارا آفسر ہوں" پرشنڈنٹ نے ڈانت کر کہا۔

"یہ کوئی خاص بات نہیں۔ ایک بار یورپ کا مشہور ڈاکولیونارڈ سے بھی کافی عرصے تک میرا آفسر رہ چکا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" پرشنڈنٹ گرج کر بولا۔

"آپ خود مخنوں ول برداشتہ ہو رہے ہیں۔ یہ ملکہ ہی ایسا ہے..... یہاں سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔"

"کچھ نہیں یہ اوپر والوں کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے۔" پرشنڈنٹ جھلا کر بولا۔

"میں خدا کے علاوہ اور کسی کو اوپر والا نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کہا۔

"خیر چھوڑ یئے ان بالوں میں.... اگر کوئی حرج نہ ہو تو اس وقت میرے ہی ساتھ ناش  
کر لیجئے۔"

"میں سورج طلوع ہونے سے قبل ناش نہیں کرتا۔" پرشنڈنٹ نے کہا اور ہیر پختا ہوا باہر  
چلا گیا۔

"یا وحشت....!" حمید مسکرا کر بولا۔



تحوڑی دیر بعد فریدی اور حمید بھی جائے دو قعہ پر پہنچ گئے۔ سرکلر رڈ کے چوراہے پر  
مزتے وقت کیپٹن خاور کی کار ایک درخت سے ٹکرا کر الٹ گئی تھی..... بمشکل تمام اس کی لاش  
اس کے اندر سے نکالی جا سکی تھی۔ دو تین سب انپکٹر اور ملکہ سراغر سانی کا پرشنڈنٹ لاش کے  
گرد کھڑے تھے۔ فریدی اور حمید کے پہنچنے ہی پرشنڈنٹ نے نہ اسامنہ بتایا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں کی دغل اندازی ضروری ہے۔" پرشنڈنٹ نے کہا۔

فریدی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سول پولیس والوں کے سامنے بات  
بڑھے اور پرشنڈنٹ صاحب اس میں اپنی توہین محسوس کریں۔

لیکن یہ واقعہ سول پولیس والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیپشن خاور گولی لگتے کی وجہ سے مرایا کار اٹھنے کی وجہ سے۔ پر نندھٹ نے اپنے خیال کا اظہار شروع کیا۔ اس نے فریدی اور حیدر ایک اچھی ہوئی سی نگاہ ڈالی اور کہنے لگا۔ ”جس وقت یہ بہاں کار موز رہا تھا کسی نے اس پر گولی چلائی اور کار درخت سے مکرا کرالٹ گئی۔“

فریدی کے ہوتنوں پر طفر آمیز مکراہٹ پھیلتے گئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

تحوڑی دیر بعد سول پولیس والے لاش وہاں سے اخراجے گئے۔۔۔ پر نندھٹ وہیں رہ گیا۔

”اب فرمائے آپ لوگ....!“ پر نندھٹ طنزیہ لبھ میں بولا۔

”میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”بھلا آپ لوگ کیوں متفق ہونے لگے۔“ پر نندھٹ معنی خیز انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”آپ غلط لا سکوں پر سوچ رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”مسٹر فریدی خود کو عقل مند سمجھنے والا عموماً یوں قوف ہوتا ہے۔“

”میں بہت عرصے سے یہی سوچ رہا ہوں۔“ فریدی مکرا کر بولا۔

”رات تم دو توں کہاں تھے۔“ پر نندھٹ نے پوچھا۔

”کیپشن خاور کے تعاقب میں....!“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیا مطلب....!“ پر نندھٹ اچھل کر بولا۔

”مطلوب ہم لوگ فی الحال اپنے ہی تک مدد و درکھنا چاہتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم اس جرم کو اپنی مصنوعی دلیری کے پردے میں نہیں پھپاتے۔ تم لوگوں کے خلاف

کیپشن خاور کی روپورٹ محفوظ ہے۔“

”اور اس غریب کو ملک الموت نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔“ فریدی ہنس کر بولا۔

”تم پھر میرا مذاق ازاںے کی کوشش کر رہے ہو۔“ پر نندھٹ گرج کر بولا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں آج یہ شہر بھر کے

بد معاشوں سے آپ کے خلاف لاتعداد روپورٹس لکھوادیتا ہوں۔“

”یعنی....!“

”یعنی یہ کہ ہمیں اپنے راستے سے تحوڑی دیر کیلئے ہنادینے کو مجرموں نے یہ چال چلی۔“

"اور اب تم یہ دوسری چال چل رہے ہو۔"

"تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کیپشن خاور کے قتل میں ہمارا باتحہ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"چچہ ہم لوگ اتنے احتیاط نہیں کہ کسی مردے پر گولی چلا سیں۔"

"مردے پر....!" سپرمنڈٹ چونک کر بولا۔

"جی ہاں....!" فریدی نے کہا۔ "مورالنے سے پہلے اس پر گولی نہیں چلائی گئی۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔"

"زخم کے گرد جبی ہوئی بارود کی کھڑگ..... روپ اور کی نال اس کی کیپشن پر رکھ کر چلائی گئی ہے..... ورنہ اتنی گہری کھڑگ جنمی ناممکن تھی اور چلتی ہوئی کار پر اتنے قریب سے گولی چلانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ زخم سے خون بھی نہیں لکلا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لاش شندی ہو جانے کے بعد اس پر گولی چلائی گئی۔"

"بڑی پیاری دلیل پیش کی ہے تم تے۔" سپرمنڈٹ طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔

"خیر..... خیر..... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی آجائے دیجئے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن تم یہ بتاؤ کہ کیپشن خاور کا تعاقب کیوں کرو رہے تھے۔" سپرمنڈٹ نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس پر کوئی روشنی نہ ڈال سکوں گا۔"

"اوہ تو مجھے تمہارے خلاف تحقیقات کرانی پڑے گی۔" سپرمنڈٹ نے کہا۔

"شوق سے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن کم از کم یہاں تو مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو میرے خلاف تحقیقات کر کے کوئی کام کی بات معلوم کر سکے۔"

"مسٹر فریدی تم بہت مغزور ہو گئے ہو۔"

"آپ کا خالی دورست نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" سپرمنڈٹ نے کہا اور اپنی کار میں بینہ کر دہاں سے چل دیا۔

"تو آئیے حمید صاحب۔" فریدی الٹی ہوئی کار کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"امتحنوں نے اگر ذرا سی بھی تکلیفی کا ثبوت دیا ہوتا تو ہمیں مجرم ثابت کر دینے میں ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہوتی۔ یہ دیکھو اس بیٹھل پر میری انگلیوں کے نشانات موجود ہیں اور دوسری طرف کی کفر کی پر یقیناً تمہاری انگلیوں کے بھی نشانات ہوں گے۔"

فریدی نے جیب سے روپال کاں کر پینڈل صاف کر دیا اور دوسری طرف کی کھڑکی پر بھی روپال پھیرنے لگا۔

”آخر پر نندھٹ صاحب ہمارے دشمن کیوں ہو رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”بعض لوگ عادت ہائیے ہوتے ہیں... میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔“ فریدی نے کہا۔ وہ بغور کار کے ٹوٹے ہوئے حصوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

”چجھ نہیں کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکتی۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”آؤ چیز۔“ ”شہنازتہ جانے کہاں ہو گی۔“ حمید بولا۔

”سر بتحال کے بیباں۔“ فریدی بولا۔ ”مگر.... وہ تو....!“

”چجھ نہیں اب محل کر سامنے آئے بغیر کام نہیں پڑے گا۔“

## دودو با تیں

سر بتحال اپنے بنگلے میں موجود نہیں تھا۔ فریدی اور حمید ڈر انگر روم میں بیٹھے کراس کا انتظار کرنے لگے۔ سر بتحال کے نوکروں نے انہیں نالا چاہا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حمید کو بھی جرت ہو رہی تھی کہ آخر فریدی سر بتحال کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں بیٹھ کر کیا کرے گا۔

ڈر انگر روم عمدہ فرنچیز اور اعلیٰ تصاویر سے مزین تھا۔ ان میں زیادہ تر نامور مصوروں کے شاہکار تھے۔ فرش پر ایران اور کشمیر کے بیش قیمت قالیں تھے۔ فریدی بیباں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ دھنٹاہو چونک پڑا۔

”حمدید را پلت کر دیکھنا کیا چیختے روشن دان میں بلی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”حمدید مز کر دیکھنے لگا اور پھر اسے بھی آگئی۔“

”کمال کیا آپ نے.... وہ نہ کر بولا۔“ کیا آپ کی گردان میں بھی آگئیں ہیں۔ آپ تو سامنے دیکھ رہے تھے پھر آپ کو بھی کیسے نظر آگئی۔“

”صرف ملی ہی نہیں دکھائی دی بلکہ اس کا خاص اشیوں مل گیا کہ اس رات سرپرحتی اس سے بے خبر نہیں تھا کہ میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ حمید نے کہا۔

”بھلا بتاؤ تو چھت کے قریب آئینے کیوں لگائے گئے ہیں.... اور پھر ہر روشنداں کے سامنے ایک آئینہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

حمد نے اب خیال کیا۔ واقعی ہر روشنداں کے سامنے چھت کے قریب ایک ایک آئینہ

نصب تھا۔

”ہاں ہے تو بے کلی چیز....!“

”بے کلی نہیں کار آمد کہو۔“

”کیوں....!“

”اس رات میں نے چھت پر چڑھ کر انہیں روشنداں میں سے کسی ایک سے جھاٹک کر اس کرے میں دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی آئینے میں میری صورت ضرور دکھائی دی ہو گی۔ سرپرحتی اپنے ساتھی کے ساتھ یہیں موجود تھا... میں نے ان دونوں کو بولتے ساتھا... ان کی صورتیں نہیں دکھائی دی تھیں۔“

”آپ کا یہ خیال غلط بھی ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اس کے علاوہ ان آئینوں کا کوئی اور مقصد ہو بھی نہیں سکتا۔“

حمد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فریدی بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ ... اتفاقاً ڈر انگک روم سے ایک نوکر گذر کر دوسرے کرے میں جانے لگا۔ فریدی نے اسے بلا کہ بانی مانگا۔ جب وہ پانی لے کر واپس آیا تو فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی اور پانی کا گلاس ہاتھ میں پہن کر تعریغی نظر وہن سے ڈر انگک روم کا جائزہ لینے لگا۔

”آج کل ایسے آئینے یہاں نہیں ملتے۔“ فریدی نے کہا۔ ”تو کرنے کوئی جواب نہیں دیا۔“

”میں نے پہلے کبھی انہیں یہاں نہیں دیکھا... کیا بھی یہ حال یہی میں یہاں لگائے گئے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

"میں ہاں...!" نوکرنے کہا اور گلاس لے کر چلا گیا۔  
"کیوں بھی اب کیا کہتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔  
"مان گیا۔"

"دیکھیں وہ کب آتا ہے۔"  
"میرے خیال سے تو چلتے۔"

"نہیں... ہمیں بیٹھنا ہے۔" فریدی نے کہا اور سامنے والی تصویر پر نظریں گاڑ دیں۔  
وہ پچھے سوچ رہا تھا۔ دفعاً برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور سر پتحمال ڈرانگ رومن  
میں داخل ہوا۔ فریدی اور حمید کو دیکھ کر وہ بے ساختہ بولا۔

"اوہ... فون ٹھیک کرنے آئے ہو... تمہیں میرا منتظر کرنا پڑا۔" مگر کیوں...؟ تم  
نے تو کروں سے کہہ کر ٹلی فون بنا کیوں نہیں دیا۔ رات سے گزر اپڑا ہے... اچھا میرے  
ساتھ آؤ۔"

فریدی مسکرا کر اٹھا۔ وہ اور حمید سر پتحمال کے ساتھ چلتے گے۔ متعدد کروں سے  
گزرتے ہوئے وہ لا بصری میں آئے۔ سر پتحمال نے میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف اشارہ  
کیا۔ اور خود ایک الماری کھول کر ستابیں دیکھنے لگا۔

"یہ ٹلی فون بارہ بجے رات کے بعد تو نہیں خراب ہو۔" فریدی نے پوچھا۔  
سر پتحمال چوک کر اس کی طرف مڑا۔

"کیا مطلب...!?"

"ہم لوگ یہ پوچھنے کے لئے آئے ہیں کہ کل رات تم نے کس کس کو فون کیا تھا۔"  
"تم سے اس سے کیا مطلب...!?" سر پتحمال گزر کر بولا۔

فریدی نے اپنالا قاتی کارڈ اس سے سامنے رکھ دیا۔

"اوہ... لیکن ایک سراغ رساں کا یہاں کیا کام...!?"

"کیا کیچن خاور تمہارا دوست تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں... لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"کل رات اسے کسی نے قتل کر دیا۔"

”قل کر دیا....!“ سر بتحال نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں....!“

”مجھے افسوس ہے.... وہ بلیڑ کا ایک اچھا کھلاڑی تھا۔“

”اُس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو۔“

”کچھ زیادہ نہیں.... کیونکہ پندرہ دن قبل اس سے کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔“

”وہ ایک اچھانشانہ باز بھی تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”رہا ہو گا.... مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔“

”اُس سے آخری بار کب ملاقات ہوئی تھی۔“

”پرسوں رات کو کلب میں.... ہم دونوں دو پہر تک بلیڑ دکھلتے رہے۔“

”وہ کیسا آدمی تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہندوستانیوں میں ایسے خوبصورت آدمی کم کھائی دیتے ہیں۔“ سر بتحال بولا۔

”خوب....!“ فریدی مسکرا کر حمید کو آنکھ مارتا ہوا بولا۔ ”اسکی محبوب کے متعلق کیا خیال ہے۔“

”محبوبہ....!“ سر بتحال غریب۔ ”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو۔“

”ہمیں اس کی محبوبہ کی تلاش ہے۔“

”تو کیا میں اس کی محبوبہ ہوں۔“ سر بتحال گرج کر بولا۔

”ہمیں تو یہی اطلاع ملی ہے۔“ حمید بے ساختہ بولا اور فریدی نہیں پڑا۔

سر بتحال ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

”لیکن ہم نے ابھی اس کی مرمت کہاں کی ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا اور سر بتحال

پٹ پڑا۔

”دیکھو میں کہتا ہوں کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔“

”خیر میں جاتا ہوں.... اب مجھے علی فضیل مصری کی روح سے گھنکو کرنی پڑے گی۔“

فریدی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

سر بتحال خاموش ہو گیا.... فریدی اور حمید دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

”ٹھہرو....!“ سر بتحال نے کہا۔

فریدی مڑا... سرپتھمال کے چہرے پر غمے کے بجائے تجھراہٹ کے آثار تھے۔  
”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔“ سرپتھمال نے اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتے ہوئے  
کہا۔

فریدی نے اپنی جیب سے ایک روپال نکال کر دو تین بار اسے فضائیں اچھا لانا اور سرپتھمال کی  
طرف معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

دفعتاً دور کسی کمرے میں قیچے کی آواز سنائی دی جو بتدریج قریب ہوتی جادی تھی۔....  
سرپتھمال دیوار نہوار آواز کی طرف دوڑا اور سامنے والی دیوار سے اس طرح تکراگیا جیسے وہ اسے کھلا  
ہوا دروازہ سمجھا ہو۔

پھر اس نے دھشانہ انداز میں جیب سے روپا اور نکالا اور پیچھے ہٹ کر دیوار پر فائر کرنے  
شروع کر دیئے۔

فریدی اور حمید تھر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے.... روپا اور کی گولیاں ثُتم  
ہو جانے کے بعد سرپتھمال ایک صوفے پر گر گیا۔.... اس کا چہرہ پیمنے میں ڈوب گیا تھا۔.... وہ بُری  
طرح ہاتپ رہا تھا۔.... اس نے ایک بار فریدی اور حمید کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور اپنا  
چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔

فریدی اور حمید بھی ایک صوفے پر بیٹھ کر سرپتھمال کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھتے رہے۔  
تحوڑی دیر بعد سرپتھمال سیدھا بیٹھ گیا۔.... اُس کے چہرے پر عجیب قسم کی بے بُی کے آثار تھے۔  
”تم کچھ کہنا چاہئے ہو۔“ فریدی بولا۔

”سرپتھمال خاموش ہو گیا۔.... اُس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی کلکھ میں  
بٹتا ہے۔“

”تمہاری اس حرکت کا کیا مطلب تھا۔.... میں تمہارے گھر کی حالی یعنی چاہتا ہوں۔“  
فریدی نے کہا۔

”کیوں۔....؟ وارث دکھاؤ۔“ سرپتھمال بے چینی سے بولا۔  
”میں ابھی فون پر اجازت حاصل کئے لیتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔  
”تم شائد قہقہے لگانے والے کو حلاش کرو گے۔“ سرپتھمال ہاتھ مٹا ہوا بولا ”لیکن میسود۔....

وہ چھڑا وہ سے.... اُف میرے خدا.... ”سر بتحال نے پھر اپنا چہرہ چھپا لیا۔

فریدی نے حید کو بیٹھنے رہنے کا اشارہ کیا اور کمرے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد سر بتحال نے سراخا کر حید کی طرف دیکھا۔

”تمہارا ساتھی ٹلاشی لینے گیا ہے۔“ وہ مغموم آواز میں بولا۔ ”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

لیکن وہ مجھے اس مصیبت سے نہیں بچا سکتا۔“

”کیسی مصیبت.... !“

”میں کچھ نہیں بیساکتا.... نہیں بیساکتا۔“ سر بتحال مفتر پانہ انداز میں بولا۔

”تم نے اس دوران میں کیپٹن خاور کے ساتھ کوئی لڑکی دیکھی تھی۔“ حید نے پوچھا۔

”جینم میں گیا کیپٹن خاور میں کچھ نہیں جانتا۔“ سر بتحال نے بے چینی سے کہا۔

”اور وہ لڑکی.... !“

”اوہ.... !“ سر بتحال مکاتا کر غرما تا ہوا اٹھنے لگا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔

”تم پر.... !“ حید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فریدی کمرے میں داخل ہوں۔

سر بتحال استھامی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہوں.... !“ فریدی جھٹکے کے ساتھ صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”علیٰ فضیل کے بارے میں

کیا جانتے ہو۔“

”میں کچھ نہیں.... کچھ نہیں جانتا۔“ سر بتحال کی آواز بھرا گئی اور وہ خوفزدہ نظروں سے

بادھ اُدھر دیکھنے لگا۔

”بہت اچھے.... !“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”ایکنگ اچھی کر لیتے ہو۔“

”کیا مطلب.... ?“ سر بتحال غصے سے بولا۔

”میں علیٰ فضیل کے بارے میں کچھ جانا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کون علیٰ فضیل.... !“

”مصری سرائغ رسائ۔“

”میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”تم اس رات جس ڈاڑھی والے کوکلب میں شراب پا رہے تھے کون تھا۔“

”اوہ....!“ سر پتحمال چوک کر بولا۔ ”وہ....وہ....!“

”نمیک نمیک بتاؤ....؟“

”پادری جیر اللہ....!“

”اور تم یہ جانتے تھے کہ وہ حق چیز پادری جیر اللہ ہے۔“

سر پتحمال پھر چوک پڑا!... وہ حرمت زدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“ سر پتحمال نے پوچھا۔

”میں تم سے سوالات کر رہا ہوں۔“ فریدی خشک لبجھ میں بولا۔ ”میرے سوال کا جواب دو۔“

”ہاں مجھے شبہ تھا کہ وہ جیر اللہ نہیں ہے۔“

”پھر تم اسے اپنے ساتھ لئے کیوں پھرتے رہے۔“

”محض یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ دراصل کون ہے۔“

”اور اسی لئے تم اسے بھوی کے حوالے کر کے خود وہاں سے چل دیئے۔“

سر پتحمال پھر چوک پڑا!... وہ فریدی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

”تم سب کچھ جانتے ہو.... اوہ.... اوہ....!“ سر پتحمال انہ کر بے چینی سے ٹھپٹنے لگا۔

فریدی بغور اس کا جائزہ لیتا رہا۔

”ہاں میں اسے بھوی کے حوالے کر کے چلا گیا تھا۔“ سر پتحمال نے اچانک مز کر کہا۔ ”کوئی

میر اتعاقب کر رہا تھا۔“

”کون....؟“

”میں نہیں جانتا۔“ سر پتحمال نے کہا۔ ”ممکن ہے تم ہی رہے ہو۔“

”پادری جیر اللہ حقیقتاً کون ہے۔“

”میرا ایک دوست۔“ لیکن مجھے حرمت تھی کہ وہ یک بیک بیہاں کیسے بھتی کیا۔

”وہ کہاں رہتا ہے۔“

”سوئیز کے علاقے میں۔“

”اوہ تو اس کا تعلق بھی مصری سے ہے۔“ حمید بے ساختہ بولا۔

”علی فضیل کے لا کے محمد فضیل کو جانتے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

"غلط بکواس.... علی فضیل کا کوئی بینا نہیں۔" سرپتحال جیج کر بولا۔

"مگر تم تو علی فضیل کو جانتے ہی نہیں تھے.... اب اس کے خاندان بھر سے واقف نظر آ رہے ہو۔"

"اوہ.... اوہ....!" سرپتحال بے بسی سے ایک صوف پر گر گیا.... لیکن تھوڑی ہی دری بعد پھر سنچل گیا۔

"میں کہتا ہوں.... تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ۔" وہ جیج کر بولا۔

"لیکن یہ بات مت بھولو کر علی فضیل کی لڑکی ایک رومال کے لئے دلکشا میں قتل کر دی گئی۔" فریدی سرپتحال کو گھورتا ہوا بولا۔

"کر دی گئی ہو گی۔" سرپتحال لاپرواں سے بولا۔

"تو تم اُسے جانتے تھے۔"

"ہاں....!"

"تم نے پولیس کو اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"میری مرضی....!"

"تم جانتے ہو کہ یہ جرم ہے۔"

"ہو گا....!"

"میں تمہیں شہے میں گرفتار کر سکتا ہوں۔"

"کون تم....?" سرپتحال حکارت آمیز لمحے میں بولا۔

"ہاں.... میں....!"

"میں ایک غیر ملکی ہوں.... تم براہ راست ایسا نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں براہ راست تمہاری بندیاں ضرور توزیکتا ہوں۔" فریدی نے سخیدگی سے کہا۔

"تم بر طانی کے ایک معزز اور خطاب یافتہ شہری کی توجیہ کر رہے ہو۔" سرپتحال جیج کر بولا۔ "تمہاری حکومت کو اس کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"حکومت جواب دے لے گی.... تم بے فکر ہو۔"

"نکل جاؤ یہاں سے... نکلو۔" سرپتحا تجزی سے انٹھ کر دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

## بُرے پھنسے

”بہت اچھا سر بتحال“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”تمہیں بہت جلد بولنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔“  
فریدی اور حمید سر بتحال کے بنگلے سے نکل آئے اگلی کار تیزی سے ایک طرف جا رہی تھی۔  
”آپ نے بہت بُرا کیا۔“ حمید نے کہا۔  
”کیوں....!“

”اگر آپ نے اُسے چھینا تو اس طرح چھوڑ کر نہ آنا چاہئے تھا۔“

”اس کے علاوہ اب کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔“

”اگر وہ کہیں نکل بھاگا تو....!“ حمید نے کہا۔

”مطمئن رہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے بنگلے کی گجرانی کی جا رہی ہے۔“

”اگر بھیں بدلت کر نکل گیا تو۔“

”سنو! سر بتحال ایک مشہور آدمی ہے وہ اس قسم کی حرکت کر کے بیخ نہیں سکتا۔ وہ ہمیں  
مطمئن کئے بغیر اس قسم کا اقدام ہرگز نہ کرے گا۔ اس نے مصر کے لئے وزیر اکی درخواست دی  
ہے۔ جو اسے میری مرضی کے بغیر نہ مل سکے گا۔“

”بہر حال آپ اس سے گفتگو کرنے کے بعد کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔“

”وہ ایک اول درجے کا مکار ہے.... اس کی اس وقت کی اداکاری قابلِ داد و تحیٰ لیکن وہ میری  
آنکھوں میں دھوں نہیں جھوک کے سکتا؟“

”اُسے گرفتاری کیوں نہ کیا جائے۔“ حمید نے کہا۔

”خیالِ احتمانہ ہے.... تم اس کے خلاف شہوت نہیں پیش کر سکتے۔“

”آپ غالباً دہلوں سے انٹھ کر دوسرا کر دوں میں گئے تھے۔“ پھر حمید نے پوچھا۔

”ہاں لیکن کوئی کام کی یات نہیں معلوم ہوئی۔“

”آخر وہ قہقہہ کیجا تھا....؟“

”رہا ہو گا.... میں اُنکی انویات کی طرف دھیان نہیں دیتا۔“

”انویات!“ حمید جیرت کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ”ارے میں نے اُسے اپنے کافلوں سے سناتا۔“

”لیکن میرے کانوں سے نہیں سنا تھا۔“ فریدی خنک لبجے میں بولا۔

”یعنی...!“

”ارے بھائی رہا ہو گا کچھ...!“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن وہ اس قابل نہیں کہ میں اُسے خاص

طور پر نوٹ کروں۔“

”اور سر پر تھمال کا وہ دیوانہ پن...!“

”ایک عمدہ حسم کی او اکاری...!“

”تو آپ ابھی تک اسی خیال میں ہیں کہ سر پر تھمال آپ کو غلط راستے پر لگانا چاہتا ہے۔“

”قطعی...!“

”لیکن آپ کا خیال غلط ہے۔“

”بہت اچھے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔“

حمد خاموش ہو گیا... وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

”اب ہمیں کہاں جاتا ہے۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”کیپن ڈاکٹر کے یہاں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ... وہاں تو ہمیں پہلے ہی جاتا چاہئے تھا۔“ حمید نے کہا۔

”آج کل بونے ملکند ہو رہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیوں نہ ہو شہزاد کا معاملہ آپھا ہے ؟۔“

حمد نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اوہ...!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”تو شاید یہ لوگ وہیں سے واپس آ رہے ہیں۔“

سانے پولیس کی لاری آرہی تھی۔ ڈرائیور کے قریب اگلی سیٹ پر انپکٹر جنڈ لیش بیٹھا تھا۔

فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی تھی۔ پولیس کی لاری رک گئی۔

”لیا تم خاور کے یہاں سے آ رہے ہو۔“ فریدی نے جنڈ لیش سے پوچھا۔ جنڈ لیش لاری سے

ہر کمز قریب آگیا۔

”جی ہاں... لیکن کوئی اسی چیز نہیں مل سکی جو اس کے قتل پر روشنی ڈال سکتی۔“

”کار کے حدائقے پر تو میں بھی روشنی ڈال سکتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”لیکن قتل پر

پوست مارٹم کی رپورٹ ہی روشنی ڈال سکے گی۔“

"آخر یہ آپ کا سپر نئڈنٹ کیوں آپ کے بیچھے پڑ گیا ہے۔" جگد لیش نے کہا۔  
 "سنو....! بعض کے سردیوں میں بھی پاکل ہو جاتے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس  
 کے لئے ایک آنچ اور ہلکی سی چوت کی ضرورت ہے۔"

"خواہ مخواہ کو تو ای آکر وہ رپورٹ نہیں دیکھ رہا تھا جو کیپشن خاور نے آپ لوگوں کے خلاف  
 لکھوائی تھیں۔" جگد لیش نے کہا۔

"ہونہہ... دیکھنے دو بھائی.... تمہارا کیا نقصان ہوتا ہے۔"

"میں نے پہلے تو صاف انکار کر دیا تھا مگر بیچ میں ہمارے اہل سپی صاحب آکو دے۔"

"خیر چھوڑو....!" فریدی نے کہا۔ "کیپشن خاور کے بیان کوں کوں ہے۔"

"کوئی نہیں ہم نے تالا توڑ کر جلاشی لی تھی۔"

"پھر.... کیا دوسرا تالا بند کر آئے ہو۔"

"ہاں.... اب کسی مجرز بیٹ کی موجودگی میں تالے کو سل کر لادوں گا۔"

"جلدی مت کرو.... میں بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ یہ قتل یا  
 حادث بھی اُسی روال دالے سلطے کی ایک کڑی ہے۔"

"اوہ....!" جگد لیش پوچک پڑا۔

جگد لیش نے تالے کی کنجی فریدی کے حوالے کر دی۔

"اگر تمہیں میرا اعتبار نہ ہو تو تم بھی ساتھ چلو۔" فریدی نے کہا۔

"کمال کیا آپ نے....!" جگد لیش نے کہا اور لاری کی طرف چلا گیا۔

فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔.... تھوڑی دیر بعد وہ کیپشن خاور کے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ فریدی نے تالا کھولا اور دونوں مکان میں داخل ہو گئے۔

وہ متعدد کمروں میں گھومتے پھرے.... دفتارِ حمید ایک میز کی طرف جھپٹا۔.... دوسرے لئے  
 میں اس کے ہاتھ میں سفید رنگ کا ایک رومال بھی تھا۔.... اس نے اٹھا کر اُسے سونگھا اور اس کے  
 منہ سے چیخ نکل گئی۔ فریدی پوچک کر اُس کی طرف پلنٹا۔

"خدا کی قسم کی شہناز کا ہے۔" حمید چینا۔

فریدی اس کی طرف لپکا۔

”شہناز کا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ رومال میں نے اُسے دیا تھا۔ یہ دیکھنے اس کونے پر میرے دستخط... اور شہناز بھی خوشبو استعمال کرتی تھی۔“ حمید نے رومال کو سوچنے لگتے ہوئے کہا۔

”اوہ....!“

”اور یہ.... اور یہ....!“ حمید زمین کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ چوڑیوں کے ٹکڑے.... بھی چوڑیاں شہناز پہنے ہوئے تھی.... مجھے اچھی طرح یاد ہے.... امرے وہ سینڈل.... خدا کی حرم یہ بھی شہناز کا ہے.... اور.... وہ....!“

”اب خاموش رہو۔“ فریدی اس کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ ”ربو اور ہے تمہارے جیب میں۔“

”نہیں.... کیوں....؟“ حمید چوپک کر بولا۔

”میرے پاس بھی نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں ان چیزوں کی موجودگی میں مجھے خطرہ محسوس ہوا ہے۔ یہ سب چیزیں یہاں پولیس کی واپسی کے بعد ڈالی گئی ہیں۔“

”یہ آپ کس طرح کہہ رہے ہیں۔“

”فریدی صاحب تھے کہہ رہے ہیں سرجنٹ حمید۔“ پیچھے سے کسی نے کہا۔ فریدی اور حمید چوپک کر پڑئے.... دروازے میں وہی آدمی کھڑا مسکرا رہا تھا جو فریدی کے تپہ نانے سے نکل بجا کا تھا.... اُس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے اور ان کی نالیں فریدی اور حمید کی طرف تھیں اور وہ اس وقت نہایت فضیح اردو بول رہا تھا۔

”اس کا مطلب....!“ فریدی نے درشت لبھے میں پوچھا۔

”کچھ نہیں تمہاری عقل مندی اور ذہانت کو تھوڑا سا سمزہ چکھاؤں گا۔“

”خیر.... خیر....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”تم نے اپنانام شاید محمد فضیل بتایا تھا.... اور تم اپنی بہن کے قاتل ہو۔“

”فضول بکواس مت کرو۔“

”اور تم میرے والد کے دوست علی فضیل کے لڑکے ہو۔“

”ہاں ہاں نہیں ہے اس طرح تم میرے بھائی ہوئے۔“ اُس نے کہا۔ ”اپنے منہ پھیر کر

کھڑے ہو جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا اور لوگ بھی تم شہزاد کو عاتب کر کے اور خاوند کو جان سے مار کر کہنیں فرار ہو گئے۔“

”جلدی کرو.... میرے پاس وقت نہیں۔“

حید اور فریدی نے اپنے منہ پھیر لئے۔

”اب آگے بڑھو.... اگر پلٹ کر دیکھا تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔“

فریدی اور حید چلنے لگے انہیں متعدد کروں سے گذرنا پڑا۔ ”دیکھا تم نے۔“ فریدی حید سے بلند آواز میں بولا۔ ”میں راستے بھر چوڑیوں کے ٹکڑے ملے ہیں.... اور ان کا سلسلہ یقیناً کسی تہہ خانے کے قریب گیا ہو گا۔“

فضیل نے قہقهہ لگایا۔

”بھر حال میں نے جو جال بچایا تھا اس میں کامیاب ہو گیا.... تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہیں ایک تہہ خانے میں مہمان رکھ سکتا ہوں لیکن تم اس میں سے نکل نہ سکو گے۔“

”بھلا میں کسی بدر دوح کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں.... میں اپنے ساتھ نائم بم تو لے کر چلا نہیں....!“ فریدی نے ہنس کر کہا۔

”آدمی دلیر ہو.... لیکن اتنے دلیر بھی نہیں کہ مصر کے قدیم رازوں کو دریافت کر سکو۔“

فضیل بولا۔ ”جلدی چلو.... میرے ساتھ کسی قسم کی مکاری کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔“

”اے میرے والد کے دوست کے بیٹے تم اتنی بے مردوتی سے کیوں پیش آ رہے ہو۔“

فریدی مژ کر بولا.... اور فضیل نے فائز کر دیا۔ اگر فریدی پہنچنے جاتا تو سراڑی گیا ہوتا۔

”اٹھو....!“ فضیل گرج کر بولا۔ ”میں اب زیادہ خون نہیں کرنا چاہتا.... میرا کوئا قریب

قریب پورا ہو چکا ہے۔“

فریدی کھڑا ہو گیا۔

”اپنا منہ دروازے کی طرف پھیر لو۔“ فضیل نے کہا۔

فریدی پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”لیکن اگر مجبور کرو گے تو تمہیں جہنم تک کیپٹن خاور کا تعاقب کرنا پڑے گا۔“ فضیل نے کہا۔

"میرا ملکہ مجھے اس کی اجازت نہ دے گا۔" فریدی نہیں کر بولا۔

"لیکن ہم تمہیں جہنم تک ضرور پہنچادیں گے۔" حمید نے کہا۔

"شش شش تم مت بولو۔" فریدی نے کہا۔ "بزرگوں کا ادب کرنا یکسو... فضیل عمر میں

تم سے بڑا معلوم ہوتا ہے۔"

"اچھا بکواس بند...." فضیل غصے میں چینا۔ "اب رک جاؤ... اس قالین کو والٹو...!"

وہ لوگ ایک ایسے کمرے میں پہنچے جہاں فرنچری نہیں تھا۔ فرش پر ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا اور چاروں طرف بڑے بڑے لکھے رکھے ہوئے تھے۔

فریدی قالین اتنے کے لئے جھکا۔ اور قالین کا کنارا دو توں ہاتھوں میں مضبوط پکڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"آگے کی طرف الٹ دو...!" فضیل تحکمانہ لپجھے میں بولا۔

فریدی نے ایک بار قالین کو پوری قوت سے تو لا اور اپنے سر پر سے اچھاں کر بچھے کی طرف پھیک دیا۔

فضیل اس سے بے خبر تھا۔ پوری قالین اس پر آرہی اور خود فریدی اور حمید بھی اس کی پیٹ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ وہ تمیں زمین پر گر گئے تھے اور فریدی قالین کے نیچے فضیل سے گنجھا ہوا تھا۔ پستول پہلے ہی فضیل کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔

"حمد پستول...!" فریدی چینا۔ "پستول جلاش کرو۔"

"ویکھو...! میں اب تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔" فضیل ہانپتا ہوا بولا۔ اس نے فریدی کے ہاتھوں میں کئی جگہ دانت کائی تھے۔

وھنخا پستول چلنے کی آواز آئی اور حمید جی ڈال۔ فریدی کی گرفت ڈھلی ہو گئی اور فضیل ایک ہی جھنکے میں فریدی کے گلخنے سے آزاد ہو گیا۔... وہ بڑی پھرتی سے قالین کے نیچے سے نکلا اور دوسرے ہی لمحے میں کمرے کے باہر تھا۔... فریدی نے قالین الٹ دی ایک پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔... وہ بھی باہر کی طرف چھٹا۔... حمید بھی انھا۔... وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔... اس نے فرش پر پڑا ہوا دوسرا پستول انھالیا اور اسے تھر بھری نظروں سے گھومنے لگا۔

”مکوئی تو نہیں گلی۔“ فریدی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ ”وہ نکل گیا۔“

”میں کیا بتاؤں.... مگر میں نے غلطی کی.... میں قالین کے نیچے پستول ڈھونڈنے لگا.... اور وہ سمجھت میرا تھوڑے ہی بجلی گیا....!“

”اوہ تو یہ کہو.... حق کہیں کے اگر اس کا رخ تمہاری یا میری طرف ہوتا تو ہم لوگ کہاں ہوتے؟“

”اب کیا کیا جائے....!“ حمید بے بی سے بولا۔

”کچھ پروادہ نہیں.... کب تک نیچے گا....“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں سے جلدی نکل چلو.... یہ مکان خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“

دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

”یوں نہیں....!“ فریدی بولا۔ ”ہم دونوں اپنی پیٹھ ملا کر چلیں۔“

”وہ کیوں....؟“

”اگر پیچھے سے کسی نے حملہ کیا تو....؟“ فریدی نے کہا۔

”مگر میں انثانے چل پاؤں گا۔“ حمید بے بی سے بولا۔

”تم سے کون کہتا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”میں انثانے چلوں گا۔“

دونوں پشت ملا کر چلنے لگے۔ حمید کو بھی آگئی۔ وہ سیدھا چل رہا تھا۔ اور فریدی اس سے پیٹھ ملائے ہوئے انثانے چل رہا تھا۔ دونوں آہستہ صدر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”نہ سو نہیں پیدا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب اس سے بھی زیادہ متعلقہ خیز بنتا پڑتا ہے۔“

”دونوں اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔“

”تم بہت جلدی کر رہے ہو۔“ فریدی بولا۔ ”کیا مجھے گرانے کا رادا ہے۔“

حمید نے رفتار دھیکی کر دی۔

”ڈر و نہیں.... اس طرح ہم محفوظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

لیکن وہ دونوں چھت کی طرف سے بے خبر تھے.... دھلتا چھت کا ایک روشن دان کھلا اور

ایک بڑا سا جال فریدی اور حمید پر آگا۔.... قبل اس کے کہ وہ سنبھلے جال کے سرے پر لگی ہوئی

رسی سمجھنے لی گئی..... دونوں پہنچ کر رہ گئے۔

"خبردار فائزہ مت کرتا۔" اوپر سے آواز آئی۔ "یہ کمرہ سرک کے قریب ہے..... فائزہ کی آواز سن کر رہا گیر اکٹھا ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے بیہاں تک پہنچنے پہنچنے تم دونوں ختم کر دیئے جاؤ گے۔"

"ٹھہر و.....!" فریدی نے کہا۔ "تم آخر چاہئے کیا ہو۔"

"اپنے پستول جال سے نکال کر دور پھینک دو۔" اوپر سے آواز آئی۔

"ارے میرے والد کے دوست کے بیٹے تو واقعی بڑا تم ظریف ہے۔" فریدی پس کر بولا۔

"مکبت...." اوپر سے آواز آئی۔ "پستول پھینکتے ہو یا میں اپنا کام کر کے چلتا ہوں۔"

"لے بھی تو بھی کیا یاد کرے گا۔" فریدی نے دونوں پستول اوپر پھینک دیئے۔

"نمیک.... اب خاموشی سے پڑے رہو..... میں ابھی آیا۔" اوپر سے آواز آئی۔

چند لمحوں کے بعد فضیل کرے میں داخل ہوا اور اس نے پستول اٹھائے۔

"ارے میرے والد کے دوست کے .....!"

"خاموش رہو.....!" فضیل غرا کر بولا۔

"تم اردو بہت اچھی بول لیتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"میں دس زبانوں کا ماہر ہوں۔" فضیل مسکرا کر بولا۔

"لیکن سر بیھاں اردو نہیں جانتا۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ سر بیھاں۔" فضیل نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر محتی خیر انداز میں بولا۔ "میں اسے

عقلریب اردو سمجھاؤں گا۔"

"اچھا اب ایک لفڑی بھی منہ سے نہ لٹکے..... ورنہ.....!"

"ہمیں قتل کر دو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

فضیل نے جال کی رسی کو پکڑ کر جھکایا اور دونوں زمین پر گر پڑے۔ ... فضیل جال کو

پہنچنے ہوئے لے چلا۔

فریدی زخمی شیر کی طرح بیچ و تاب کھارہاتا۔

"خدا کی حسم اسکی ذلت کبھی نہیں ہوئی۔" وہ ہانپا ہوا آہستہ سے بولا۔

فضل جال کو سمجھتا ہوا اس کرے میں لے آیا جہاں قائمِ الشیخی تھی۔

"اب تم تمہرے خانے میں جا رہے ہو۔" فضل بولا۔ "یہ چیز مجھ پر تمہاری طرف سے ادھار تھی... لیکن گھبراو نہیں تم نے مجھ سے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا تھا۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔"

اس نے تمہرے خانے کا ذکر انھیا اور جال کو سمجھ کر نیچے دھکیل دیا۔ فریدی اور حمید جال میں اٹھنے ہوئے سیر ہیوں سے لڑکتے ہوئے فرش پر آگئے... اور پڑھکن بند کر دیا گیا۔ تمہرے خانے میں بالکل اندھرا تھا۔ چند لمحوں کے بعد جب ان کی آنکھیں اندھرے کی عادی ہو گئیں تو انہیں دو شکلیں دکھاتی دیں۔

"شہزاد...!" حمید چھپا۔

"مقصود تم بھی آپھنے۔" فریدی نے کہا۔ "کھڑے دیکھتے کیا ہو اس جال کا منہ کھولو۔"

"اُرے اسکے صاحب آپ۔" مقصود تمیر آمیز لمحے میں چھپ کر آگے بڑھ دوسرے لمحے میں فریدی اور حمید جال کے باہر تھے۔

"اس گدھے کی بدولت مجھے یہ دن دیکھنا پڑا۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کر کے شہزاد سے کہا۔

"اب کیا کروں... وہ کمجنگت چل ہی گیا۔" حمید جھلا کر بولا۔

"خیر خیر بکو نہیں۔" فریدی نے کہا اور مقصود کی طرف خاطر ہو کر بولا۔ "تم یہاں کیسے پہنچے۔"

"میں آپ کے حکم کے مطابق شہزاد صاحب کے مکان کی گمراہی کر رہا تھا کل شام کیٹپن خاور انہیں اپنے ساتھ کلب لے گیا۔... میں ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔... پھر وہ انہیں یہاں اپنے گھر لا لیا۔ میں پلاٹ کر آپ کو فون کرنے ہی والا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز ماری میں بیہوش ہو گیا۔... اور پھر جب آنکھ کھلی تو میں شہزاد صاحب سمت اس تمہرے خانے میں تھا۔"

"تم اُس کے ساتھ کلب کیوں گئیں تھیں۔" حمید شہزاد کی طرف مُرکِ تیز لمحے میں بولا۔

"اچھا بس بس فضول بکواس نہیں۔" فریدی حمید کو گھور کر بولا۔

"مجھے دھوکا دیا گیا تھا۔" شہزاد بولی۔

"مجھے یقین ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی اس کی پیشیں گوئی کر دی تھی اور اسی

لئے تمہاری حفاظت کے لئے مقصود کو بھیجا گیا تھا۔“

”لیکن تمہیں دھوکا کیسے دیا گیا۔“ حمید نے پوچھا۔

”تم پھر بولے۔“ فریدی نے کہا اور شہناز سے بولا۔ ”تم نے کیچھ خاور کے لئے کچھ ایصال ثواب بھی کیا یا نہیں۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔“

”وہ بیچارا چھپلی رات شیطان کو بیمار اہو گیا۔“

”اوہ..... کیسے....!“

”مکار اٹ گئی..... کپٹی میں گولی لگ گئی۔“

”ارے....!“ مقصود اچھل کر بولا۔

”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ فریدی صاحب تمہیں کلب میں بلا رہے ہیں..... میں اس کے ساتھ کلب گئی..... وہاں ایک ہیرے نے اسے ایک چٹ دی..... وہ آپ کی طرف سے تھی۔

”اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میں تمہارے گھر جا رہا ہوں تم شہناز کو لے کر وہاں آؤ۔“

”اوہ.....!“ فریدی جیب سے سگار نکال کر سلاکتا ہوا بولا۔ ”بہر حال وہ اپنی سزا کو چھپ گیا۔

”میں نے تمہیں ہرگز نہیں بلایا تھا۔“

”لیکن کیا ہم اب یہاں چوہوں کی طرح بند رہیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”آدمیوں کی طرح۔“ فریدی نے منہ اور ناک سے دھوئیں کے گنجان لہریے نکالتے ہوئے کہا

”اب آپ کس کے قتل کی پیشین گولی کرتے ہیں۔“ حمید نے طریقہ انداز میں کہا۔

”جباد کے....!“ فریدی نے کہا اور سگار کا کونا چجانے لگا۔ وہ کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا

تھا..... ماتھے پر ٹکنیں تھیں اور آنکھیں ادھ کھلی..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے نیزد آرہی ہو۔

”آپ تو اتنے اطمینان سے بیٹھے ہیں جیسے اپنا ہی گھر ہو۔“ حمید نے کہا۔

”ہوں.....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”میں نے سنائیں۔“

”میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آخر کب تک یہاں بند پڑے رہیں گے۔“

”ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا اور بجھا ہوا سگار ایک کونے میں

چھینک کر ٹھیلنے لگا۔

پھر وہ تبہ خانوں کے زینوں پر چڑھا اور تھوڑی دیر بعد پھر دیکھ دیا جائی۔

"میرا خیال ہے کہ تختہ کیلوں سے جلدیا گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ تو بہت نہ اہوا۔" حمید بے بسی سے بولا۔

"بلکہ بہت نہ سے بھی نہ اہوا۔" فریدی نے دامنے شانے کو جنبش دے کر کہا۔

"اب کیا ہو گا؟" حمید بے تابی سے بولا۔

"ہو گا یہ کہ تم تھوڑی دیر بعد فضیل کو بوڑھی کی طرح لکھا لکھا کر کو سنا شروع کر دو گے۔"

## سر بنتھال کی لاش

فریدی پر خاموشی کا دورہ پڑ گیا۔ شہزاد حمید اور مقصود سرگوشیاں کرتے رہے۔ فریدی بھی انھیں کر شیئے لگتا اور کبھی بینٹھے جاتا۔ اس نے کئی بار تبہ خانے کا ڈھکن ہٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

"آخر اس نے ہمیں کیوں اس چوہے داں میں بند کر دیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"تاکہ من مانی حرکتیں کر سکے۔" فریدی نے کہا۔ "ہمارے خلاف کیپشن خاور کی روپورٹ کو

نقویت دینے کے لئے ہمارے اس طرح غالب ہو جانے پر آفیسروں کا شبہ بھی یقین میں بدل جائے گا اور وہ کیپشن خاور کے صحیح قائل کا ویچھا چھوڑ کر ہماری تلاش شروع کر دیں گے۔"

"کیا کیپشن خاور کی کوئی روپورٹ آپ کے خلاف ہے۔" شہزاد نے پوچھا۔

"ہاں اس کا تعلق تمہاری ذات سے ہے۔ اس نے یہ روپورٹ کی تھی کہ تم اس کی خالہ زادہ بیوی اور مختیروں اور ہم لوگ تمہیں پریشان کرتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آف میرے خدا اس کرنے نے میری ہدا نجگی میں کیا کیا کر دیا۔" شہزاد ذات پیش کر بولی۔

"تم آخر اس کے ساتھ رہتی ہی کیوں تھیں۔" حمید جھلا کر بولا۔

"پھر تم نے کوئاں کی۔" فریدی نے حمید کو گھور کر دیکھا۔

"بھاگ میں کیا کر سکتی تھی۔"

"نہیں ہے۔" فریدی ہاتھ دھماکہ کر بولا۔

پھر خاموشی چھا گئی....

فریدی انٹھ کر زینوں کی طرف چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک بار پولیس اس کی ٹلاش میں بھی دہاں ضرور آئے گی۔ وہ اپر کے آخری زینے پر بیٹھ گیا۔۔۔ گھری نے چھ بجائے اور وہ مایوس ہو کر لوٹ آیا۔۔۔ تہہ خانے میں بالکل اندر ہیرا چھا گیا۔ فریدی نے دیا سلامی جلاائی۔ طاق پر ایک موم ٹھی رکھی تھی اس نے اسے روشن کر دیا۔

”رات بھی ہو گئی۔“ حمید مایوس سے بولا۔

”اور صبح بھی ہو جائے گی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ کو تو ہر وقت مذاق سو جھتا ہے۔“

”اب یہاں اس حالت میں مذاق کے علاوہ اور چارہ تھی کیا رہ جاتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں۔“ شہزاد نے پوچھا۔

”پریشانی کس بات کی۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں فرش پر سونے میں تھوڑی سی تکلیف ضرور ہوگی۔۔۔ اور شاید حمید کو بھوک بھی ستائے۔“

”ہم نے کل رات سے کھانا نہیں کھایا ہے۔۔۔!“ متصود بولا۔

”یہ چیز تکلیف دہ ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ کسی نہ کسی وقت پولیس یہاں ضرور آئے گی۔

”تہہ خانے میں۔۔۔!“ حمید نے چوک کر پوچھا۔

”خبر و مجھے کچھ آہت معلوم ہو رہی ہے۔“ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ انٹھ کر آہتہ تہہ خانے کے زینوں پر چڑھنے لگا۔

اوپر کرے میں کئی قدموں کی آہت معلوم ہو رہی تھی۔ حمید بھی فریدی کے چیچے چیچے چلا آیا تھا۔

”کون ہو سکتا ہے۔“ حمید نے آہتہ سے پوچھا۔

”کوئی بھی ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں یہ ڈھکن پیٹھے جا رہا ہوں اگر پولیس ہوگی تو ضرور اس طرف متوجہ ہو جائے گی اور اگر مجرم ہوئے تو خیر۔۔۔!“

فریدی نے تہہ خانے کے ڈھکن کو دونوں ہاتھوں سے پیٹھا شروع کر دیا۔ قدموں کی آہت رک گئی۔۔۔ وہ بدستور اس تختے کو پینٹا رہا۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے ایسا معلوم ہوا جیسے اپر سے بھی کوئی اسے پیٹھ رہا ہو۔

"شاید مجرموں نے اس تختے میں کہیں جزوی تھیں پولیس جنہیں اکھاڑ رہی ہے یا پھر مجرم کہیں جزا بھول گئے تھے۔ اب جو رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو ہمیں کسی خاص بات کے لئے منتظر رہتا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

وہ دو توں نیچے اتر آئے۔ بدستور ہقصوڑے چل رہے تھے اور پھر چڑچڑاہٹ کی آواز آئی جیہد اچھل پڑا۔ زینوں پر کسی قدموں کی آہٹ سنائی دی اور ان پکڑ جلدیں کاچہرو دھکائی دیا۔

"اوہ میرے باپ۔" جلدیں چیخ کر بولا۔ "یہاں تو جانی پہچانی صورتیں نظر آرہی ہیں۔" فریدی کی آہت سے انھوں نے اٹھ کر آگے بڑھا۔

"ارے آپ بھی ہیں۔" جلدیں آنکھیں چھاڑ کر بولا۔

"جی....!" فریدی نے ہونٹ بھیجن کر کہا اور جلدیں کو اس طرح گھورنے لگا جیسے اچانک حملہ کر بیٹھے گا۔ جلدیں لاکھڑا کر بیٹھے ہٹ گیا۔

"تم نے پہلی بار کس طرح علاشی لی تھی۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"اچھی طرح....!"

"اسی طرح....!" فریدی نے شہناز اور ہقصوڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیکن آپ لوگ یہاں پہنچ کیے؟" جلدیں نے پوچھا۔

"اوپر چلو....!" فریدی نے کہا اور زینے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کی ڈبھیڑ اپنے مجھے کے پر نہنڈنٹ سے ہوئی۔

"کہنے صاحب پوست مارٹ کی روپرٹ کا کیا رہا۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا خیال صحیح تھا۔" پر نہنڈنٹ نے منہ سکوڑ کر کہا۔ "لیکن تم یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"مکھیاں مار رہا تھا۔" فریدی سمجھی گئی سے بولا۔ "دفتر میں چونکہ کافی صفائی رہتی ہے اس لئے ہاں زیادہ تعداد میں مکھیاں دستیاب نہیں ہوتیں۔"

فریدی آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اسے لوٹا پڑا۔ دوسرے کمرے میں اس کے مجھے کے ذی۔ آئی۔ جی اور رسول پولیس کے کچھ اعلیٰ افسر بھی موجود تھے۔

"اس کا مطلب....!" فریدی نے اس کمرے کی طرف اشارہ کر کے جلدیں سے پوچھا۔

"اوہ.... یہاں ایک لاش بھی ہے۔"

”لاش کس کی لاش...!“

”ایک خطاب یا فت اور معزز اگر یہ سر بیحال کی۔“ جکد لیش نے کہا۔  
”اوہ...!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ اس کی آواز میں مایوسی تھی۔

”وہ سب دوسرے کمرے میں پہنچے۔“

”ہملو فریدی...!“ ذی۔ آئی۔ جی اس کی طرف بڑھا۔  
”میں نے جو رپورٹ آپ کو دی تھی اس کے مطابق سب کچھ ہوا۔“ فریدی نے کہا۔  
”لیکن تم اس وقت یہاں کہا۔“ ذی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

”لیکن میں آپ سے پوچھنے والا تھا۔“

”سر بیحال کی لاش یہاں پائی گئی ہے۔“  
”یہاں ہے۔“

”دوسرے کمرے میں۔“

”وہاں سے سب کو ہٹا دیجئے۔“ فریدی نے کہا۔ اور مجھے تھا وہاں جانے دیجئے یا آپ بھی  
میرے ساتھ چلے۔ آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔“

وہ دونوں اس کمرے کی طرف چلے گئے۔

جکد لیش شہزاد کا بیان لکھ رہا تھا۔ حمید اور مقصود نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ پر نہ نہذٹ  
نے انہیں کریڈنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

تحوڑی دیر بعد فریدی منہ لٹکائے ہوئے کمرے سے واپس آیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی اور  
ناکامی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

”کیا بات ہے۔“ حمید نے آہتہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی بے دلی سے بولا۔

”دیکھئے آخر میرا ہی خیال تھا لکھا۔...!“ حمید چک کر بولا۔

”شگرد کس کے ہو۔“ فریدی کھیلنے کی کے ساتھ بولا۔ اگر استاد نے نکلت کھائی تو کیا ہوں۔“  
تحوڑی دیر بعد سر بیحال کی لاش وہاں سے ہٹا دی گئی۔

وہاں ضروری کارروائی کے بعد یہ پارٹی سر بیحال کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہزاد گھر

بیچ دی گئی۔

فریدی سر پتحمال کی ایک ایک چیز کا بیور جائزہ لے رہا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ بھی تھک ہوا کر سر پتحمال کے ڈرائیکٹر روم میں آپسیا۔

”دو تین دن کے دوران شہر میں چار قتل ہو گئے۔“ ایس پی بولا۔ ”ہم ابھی تک کچھ نہ کر سکے۔“

فریدی سمجھ گیا کہ روئے خون کس کی طرف ہے۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

”لیکن سر پتحمال یہاں کس لئے مقیم تھا۔“ محقق سراج رسانی کے ذمی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

”وہ ہمارے ملک کے آثار قدیمہ کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا تھا۔“ فریدی بولا۔ ”شاید آپ کی نظرؤں سے اس کی کتاب Ruins of Egypt گذری ہو۔۔۔ مصری آثار قدیمہ پر اس سے اچھی کتاب شاید ہی کسی نے لکھی ہو۔“

”اوہ۔۔۔ نحیک ہے میں نے اس کتاب کی شہرت سنی ہے۔“ ذمی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

اور پھر کچھ دیر کی کارروائی کے بعد وہ لوگ ڈہاں سے رخصت ہو گئے۔

فریدی راستے بھر خاموش رہا۔ حید بھی خاموش تھا۔ اسے سب سے زیادہ کار کے عاشر ہو جانے کا غم تھا۔ شاید فضیل ہی انہیں تہبہ خانے میں بند کر کے ان کی کار بھی لا لے گیا تھا۔ اس وقت وہ نجی کر کے گھر جا رہے تھے۔ سردی کی شدت سے ان کے دانت نجڑ رہے تھے۔ گیارہ نجڑ گئے تھے۔ شہر آہستہ سنسان ہوتا جا رہا تھا۔

بھیسی کی ہیڈ لائٹ کی روشنی فریدی کی کوئی خوبی کے چاہنک پر پڑی حید اچھل پڑا۔

فریدی کی کار سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔

دونوں نجیسی سے اتر آئے۔۔۔ فریدی نے کار میں ہاتھ ڈال کر ہادر دیا اور چوکیدار نے چاہنک کھول دیا۔

تمہوزی دیر بعد وہ دونوں ڈرائیکٹر روم میں بیٹھے ٹنکلو کر رہے تھے۔

”فضیل کی دلیری پر حیرت ہوتی ہے۔“ حید بولا۔ ” غالباً ہماری کارروائی یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اور یہ خط بھی دیکھو! جو اگلی سیٹ پر پڑا ملا ہے۔“ فریدی نے ایک لفاف حید کی طرف پڑھاتے ہوئے کہا۔

حمد خط نکال کر بلند آواز سے پڑھنے لگا۔

”پیارے فریدی....

مجھے امید ہے کہ تم ہوش میں آگئے ہو گے۔ یاد رکھو کہ میرے پیچے پڑنے کا  
نتیجہ موت ہے۔ میں بھادروں کی قدر ضرور کرتا ہوں لیکن ایک حد تک.... جہاں  
کسی دلیر نے کم از کم میرے معاملے میں ان حدود سے قدم نکلا میں اسے معاف کرتا  
چھوڑ دیتا ہوں.... سر بھمال کا حشر دیکھوا اور عبرت پکڑو۔ اسے تو میں کسی حالت میں  
بھی معاف کریں نہیں سکتا تھا کیونکہ اسے رومال کا راز معلوم تھا اور وہ اسے حاصل  
کرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ میں تمہارے ملک سے جا رہا ہوں۔ بالکل اسی طرح  
یہاں سے نکل جاؤں گا جس طرح تمہارے مسکلم ترین تمہ خانہ سے نکل گیا تھا۔ اگر  
تمہیں میری قید میں کچھ تکلیف ہوئی ہو تو معاف کرنا.... مجھے افسوس ہے کہ تمہیں  
وہاں دون بھر بھوکارہنا پڑا۔

”فضیل“ (یا جو کچھ بھی تم سمجھو)

نوٹ: واضح رہے کہ مصر کے جاسوس علی فضیل سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

حمد خط ختم کرنے کے بعد تجیر آمیز نظرودن سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ چوت زندگی بھرا در ہے گی۔“ فریدی نہ کر بولا۔

”آخر یہ فضیل ہے کون۔“ حمد نے پوچھا۔

”خدا جانتے.... لیکن ہے دلیر آدمی.... لیوتارڈ اور جابر کے بعد یہ دوسرا آدمی ملا ہے جس  
نے مجھے اتنی ذہنی اور جسمانی ورزش پر مجبور کیا۔“ فریدی نے کہا اور انہوں کریں گی فون کے نمبر  
ملانے لگا۔

”یہلو.... کون بول رہا ہے.... اچھا.... جگد لیش.... میں ہوں.... فریدی.... دیکھو  
ثوی اور اس کے لواحقین کو سر بھمال کے قتل کی خبر شائع ہونے سے پہلے ہی حرast میں لینے کی  
کوشش کرو۔ ان سے سر بھمال کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہو سکیں گی.... اوہ.... اچھا اگر  
اسی وقت انہیں پکلا سکو تو بہتر ہے.... میں مجھ آؤں گا.... کم از کم انہیں رات بھر حوالات میں  
ضرور رکھو.... اچھا ش بخیر۔“ فریدی نے رسیور رکھ دیا۔

”بھی اب تو سنا چاہئے۔“ فریدی بھائی لیتا ہوا بولا۔

”دوسرے دن صحیح فریدی اور حمید کو تواں پہنچے۔ نیوی اور اس کی بیوی حوالات میں بند

تھے۔

”کیا ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا۔“ فریدی نے جگد لیش سے پوچھا۔

”گھر میں بھی دونوں تھے۔“ جگد لیش نے جواب دیا۔ فریدی نیوی اور اس کی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔ نیوی کی بیوی حمید کو گھور رہی تھی۔

”کیا بھی وہ آدمی ہے جو اس رات تمہارے گھر کی لاست فیوز کر کے نکل بھاگا تھا۔“ فریدی نے اس سے پوچھا۔

”ہاں بھی تھا۔“ عورت بولی۔

”تم سر بتحال کو جانتے تھے۔“ فریدی نے نیوی سے پوچھا۔

”ہاں....!“

”وہ کون تھا۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”لیسا سر بتحال نے تمہیں اس کے متعلق کوئی اطلاع دی تھی۔“

”ہاں....!“

”کس وقت....؟“

”دوپہر کو....!“

”اس رات تمہارے گھر میں وہ دوسرے آدمی کون تھے.... اور وہ اب کہاں ہیں۔“

”لیغینٹنٹ مارکن اور کیپٹن خاور.... لیغینٹنٹ مارکن کل انگلینڈ گیا۔“

”کس وقت....!“

”شام کو....!“

”لیغینٹنٹ مارکن سر بتحال کو جانتا تھا۔“

”ہاں....!“

”تمہارا سر بتحال اور ان دونوں سے کیا تعلق....؟“

”ہم تینوں دوست تھے۔“

”تمہارے دو دوستوں کا تو خاتر ہو گیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کچھن خاور سے تم لوگوں کی دوستی کتنی پرانی تھی۔“

”زیادہ پرانی نہیں۔“ نیوی بولا۔ ”شاید آج سے ایک ہفتہ قبل سرپتحال نے کلب میں اس سے میرا تعارف کر لیا تھا۔“

”سرپتحال نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اس بیویوں آدمی کو تمہارے پردوں کرنا چاہتا تھا۔“

”ہاں اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک دشمن کو لائے گائے ہے مجھے حرast میں رکھنا پڑے گا۔“

”یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ جرم ہے تم نے اسی حرکت کا ارادہ کیوں کیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں جرم کی سزا بھیت کے لئے تیار ہوں۔“ نیوی بیزاری سے بولا۔

”تم کیا کرتے ہو۔“

”ایڈر سن ایڈر ایڈر سن میں فیجر ہوں۔“

”تمہاری بیوی کو تمہاری اس حرکت کی اطلاع تھی۔“

”نہیں.....!“

”کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ سرپتحال کے قتل میں کس کا ماٹھ ہو سکتا ہے؟“

”میں بھلا اس کے متعلق کیا بتا سکتا ہوں۔“

”اس کا کوئی دشمن...!“

”میں یہ بھی نہیں جانتا۔“

”لیکن ابھی تم نے اس کے کسی دشمن کا تذکرہ کیا تھا۔“

”ہاں! لیکن میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ سرپتحال نے مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔“

”مگر تم نے ابھی اس کا اقرار کیا ہے کہ تم اسے کاندھ سے پرلا دکر گھر میں لے جا رہے تھے۔“

”لیکن میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکا تھا۔“

”اوہ....!“

”لیفٹینٹ مارگن یہاں کب سے مقیم تھا۔“

”ایک ماہ سے۔“

”کیوں آیا تھا۔“

”مجھ سے ملتے.... اور شکار کھلنے۔“

”کیپٹن خاور اور یونیورسٹی مارگن کو سر پر بھال کی اس رات والی حرکت کی اطلاع تھی۔“

”صرف یونیورسٹی مارگن جانتا تھا۔“

”کیپٹن خاور اس وقت تمہارے یہاں کیا کر رہا تھا۔“

”ہم تینوں فلاں کھیل رہے تھے۔“

”تم ایک دوسرے جرم کا اعتراف کر رہے ہو۔“ فریدی مکرا کر آنکھ مارتا ہوا بولا۔ نبی خاموش ہو گیا۔

پھر فریدی اس کی بیوی کو الگ لے گیا اور کافی دیر تک اس سے گفتگو کر تارہ۔ جب وہ پلٹ کر پھر نبی خاموشی کی طرف آیا تو نبی خاموشی نے پوچھا۔

”ہمیں حوالات میں کیوں رکھا گیا ہے؟“

”محض اس نے کہ تم لوگ سازش کر کے ایک آدمی کو اپنے گھر میں بند رکھنا چاہتے تھے۔“ فریدی نے کہا اور کوتولی سے چل دیا۔ حمید کو حیرت تھی کہ آخر وہ اسے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گیا۔ دس بجے حمید دفتر چلا گیا۔ وہاں بھی فریدی سے ملاقات نہ ہوئی۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی اب کیا کر رہا ہے۔

شہر کے سارے اخبارات میں سر پر بھال کے حیرت انگیز قتل کی داستانیں شائع ہوئی تھیں۔ بعض اخباروں نے رومال کا بھی حوالہ دیا تھا اور لکھا تھا کہ دلکشا ہوٹل سے لے کر سر پر بھال لئے جتنے بھی قتل ہوئے ان کے بچھے ایک منظم سازش کام کر رہی تھی۔ پولیس دو افراد کی حلاش میں ہے۔ ایک جبار اور دوسرا ایک غیر ملکی جس کا صحیح نام پولیس کو بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ چند اخباروں نے مغلہ سراغ نرسانی پر بھی ہلکی پھسلی چونیں کی تھیں۔

پھر نہنڈٹ صاحب کافی بیاش نظر آرہے تھے۔ انہوں نے ڈی۔ آئی۔ جی سے مشورہ کر کے یہ کیس دوسرے انپکٹ کے پرورد گرد دیا۔

حمد نے یہ چیز شدت سے محسوس کی۔ گردوں خاموش رہا۔ کہاں کیا سکتا تھا۔

موت کی آندھی

تحوڑی دیر بعد اسے پرنشنڈنٹ نے بلوایا۔

”فریدی کہاں ہے۔“ پرنشنڈنٹ نے پوچھا۔

”مجھے علم نہیں۔“

”تم جانتے ہو۔“

”اب میں کس طرح عرض کروں۔“

”اس کیس کے چند ضروری کاغذات اس کے پاس ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ تفتیش ہی کے سلسلے میں کہیں گئے ہیں۔“ حید نے کہا۔

”لیکن میں نے یہ کیس دوسروں کے پرورد کر دیا ہے۔“

”لیکن فریدی صاحب کو اس کا کیا علم...!“

”اب ہو جائے گا علم۔“ پرنشنڈنٹ ہونٹ بھینچ کر بولا۔ ”جاڑ جا کر اپنا کام کرو۔“

تقریباً دو بجے فریدی آفس پہنچا۔ وہ ابھی میٹھنے بھی نہیں پلا تھا کہ پرنشنڈنٹ نے اسے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔

”اس کیس کے کاغذات داخل کر دو۔“ پرنشنڈنٹ نے کہا۔

”میں آپ سے کئی بار عرض کر چکا کہ...!“

”بس بس...!“ پرنشنڈنٹ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں ڈی۔ آئی۔ جی کے حکم کے مطابق ایسا کر رہا ہوں۔ یہ لو.... ان کی تحریر۔“

پرنشنڈنٹ نے ایک کاغذ فریدی کی طرف بڑھادیا۔

”اوہ....!“ فریدی اسے پڑھنے کے بعد پرنشنڈنٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

پرنشنڈنٹ طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”یہ لجھے۔“ فریدی نے کچھ کاغذات جیب سے نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

پرنشنڈنٹ انہیں بغور دیکھنے لگا۔

فریدی جانے کے لئے اٹھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ پرنشنڈنٹ بولا۔ ”اب تک کی تفتیش کی رپورٹ کہاں ہے۔“

”انہیں کاغذات میں ہے۔“

"یہ رپورٹ تو نہیں۔" پرنسپل نے ایک کاغذ فریدی کی طرف بڑھا کر بولا۔ "مختصر نوٹ ہیں۔"

"یہی میرا طریقہ کار ہے۔" فریدی لاپرواں سے بولا۔ "میں کسی کیس کو ختم کرنے کے بعد ہی مکمل رپورٹ لکھا کرتا ہوں۔"

"اب تک کی روایت دلکھ دو۔" پرنسپل نے بولا۔

فریدی نے اپنے لکھنے ہوئے نوٹ والا کاغذ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور ایک سادے کاغذ پر لکھنے لگا۔

"مکمل رپورٹ یہ ہے کہ اس کیس میں نہیں میری طرح تاکام میا ب رہا۔ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے پر درپے قتل کے واقعات سے کوئی نسبت دی جاسکے۔ مجرم نے مجھے اور ساری جنت حید کو تہہ خانہ میں بند کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک مخلوک آدمی جبار خان کی مجھے ٹلاش تھی۔ اور مجرم جس نے مجھے تہہ خانہ میں بند کیا تھا کوئی غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔"

فریدی نے رپورٹ لکھ کر پرنسپل کی طرف بڑھا دی۔

"بس....!" پرنسپل نے طفرا آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جی....!"

"میں مفصل رپورٹ چاہتا ہوں۔"

"میں نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔"

"تفصیل نہیں ہے۔"

"اور زیادہ کاغذ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔" فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔ "کہے تو یہ بھی لکھ دوں کہ اس تینیش کے دوران مجھے دو بار زکام ہوا۔ ایک دن کھانا نہیں کھلایا۔ ایک بار دن بھر کھانتا رہا۔"

"اوہ....!" پرنسپل میز پر پہنچ دیتے ٹھیک کر چکا۔ "میں بد تیزی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تو یہ میرا ستعفی حاضر ہے۔" فریدی نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ کاکل کر میز پر ڈال دیا اور مکر اٹا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"حید...." وہ حید کی میز کے قریب جا کر بولا۔ "اپنا ستعفی لکھو۔"

"ارے کیوں...؟" حمید اچھل کر بولا۔

"ہم اب اس بھنگے میں کام نہیں کریں گے۔"

"پھر...!"

"پرانے کوئوں کی تجارت کریں گے۔" فریدی نے بڑی سمجھی گی سے کہا۔  
دفتر کے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے مگر وہ اوت پنالگ باتیں کرتا رہا۔

## حمید کی الجھن

حمید الجھن میں جلا ہو گیا۔ لیکن فریدی کے مجبور کرنے پر اُسے استعفی لکھتا ہی چلا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی اس وقت وجہ نہ بتائے گا اور جب وہ استعفی لے کر پرمنڈنٹ کے کمرے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہری طرح ہانپ رہا ہے۔

"کیا ہے۔" اس نے گرج کر پوچھا۔

"استعفی...!" حمید نے کاغذ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اُٹ آؤٹ...!" وہ حل کے بل چینا۔

حمد چپ چاپ کرے سے نکل آیا۔

دفتر کے سب لوگ متیر تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ اپنکو جو فریدی سے حد رکھتے تھے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا رہے تھے۔

فریدی اور حمید وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں حمید نے پوچھا۔

"آخر آپ نے کیا کیا...؟"

"چپ رہو...!" فریدی بگز کر بولا۔ "جو میں نے مناسب سمجھا کیا۔"

حمد ناموش ہو گیا۔

"دیکھو برخوردار...!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ دنیا رائے قانی ہے۔"

حمد حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں اب ان نفویات سے بچ ک آگیا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کچھ آرام بھی کرنا چاہئے۔"

بسا وقات کے لئے پہنچے پرانے کونوں کی تجارت کافی محتول رہے گی۔"

"میں.... میں....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"خبر معلوم ہوا کہ تم بکریوں کی تجارت کرنا چاہتے ہو۔" فریدی نے کہا اور کار دلکشا ہوٹل کے سامنے کھڑی کر دی۔

"آؤ کافی ہیں گے۔" فریدی نے کار سے اترے ہوئے کہا۔

حمدیہ تیری طرح جھلایا ہوا تھا۔ لیکن اس نے اپنی جھلائیت کا اظہار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے سوچا کہ کہنیں فریدی یہ نہ سمجھے کہ اس نے اسے استعفی دینے پر مجبور کر کے بور کر دیا ہے۔ حمید کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ اس نے استعفی دے دیا بلکہ الجھن اس بات کی تھی کہ آخر استعفی دیا کیوں گیا وہ اس کی وجہ جانانا چاہتا تھا۔ مگر فریدی کے روایے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس منسلک پر روشنی نہ ڈالے گا۔ آخ کیوں....؟

دونوں نے ہوٹل میں کافی پی۔ کچھ جیسراں کھائیں اور دیر تک بیٹھے اوھر اورھر کی پاتیں کرتے رہے۔ حمید نے بھی تھوڑی دیر بعد یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا جیسے آج کوئی اہم بات ہوئی ہی نہ ہو۔

"آج میں نے ایک ہاتھی کو دیکھا جو ایک بوٹل میں گھنے کی کوشش کر رہا تھا۔" حمید دفعہ

بولा۔

"اچھا تم نے بھی دیکھا تھا۔" فریدی سنبھال گئی سے بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ صرف میں ہی اس راستے واقف ہوں۔"

"اگر مہادوت کو د کر الگ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ بیچارہ بھی بوٹل میں بھیج جاتا۔" حمید نے کہا۔ "اچھا۔" فریدی نے اپنے چہرے سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھیں میں الاقوای سیاست پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔"

شاید قطب شما میں ہندو مسلم اتحاد ہو جائے۔ حمید نے آہستہ سے کہا۔ فریدی اُسے آنکھ مار کر مسکر لیا اور حمید نے کسی عصمت متأبِع عورت کی طرح شرما کر سر جھکایا۔....

دونوں کافی دیر تک بیٹھے بے سر و پا باتیں کرتے رہے۔

گھر پہنچ کر حمید اپنا سامان اکٹھا کرنے لگا۔

”کیوں بھتی یہ کیا کر رہے ہو....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”گھر جا رہا ہوں جو کچھ پس انداز کیا ہے اس سے چند بھینیں خرید کر دودھ کا کاروبار کروں گا۔“

”چہ چہ..... تمہارے یہ نرم و نازک ہاتھ بھینوں کا گورنہ صاف کر سکیں گے۔“ فریدی

نے کہا۔ ”مجھے ایک پرائیویٹ سیکریٹری کی ضرورت ہو گی۔“

”کتنی تجوہ ادیں گے آپ....؟“

”سب کچھ تمہارا ہے پیارے۔“ فریدی ہس کر بولا۔ ”میں واقعی سمجھا ہوں.... میں نے

دنیا کی سیاحت کا پروگرام بنایا ہے اسکی صورت میں مجھے ایک پرائیویٹ سیکریٹری کی ضرورت ہو گی۔“

حمید چومنک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”دنیا کی سیاحت۔“ حمید نے آہستہ سے دہرا لیا۔

”ہاں.... سب سے پہلے ہم مصر چلیں گے۔“ فریدی ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

”اوہ.... تو یہ کہئے۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔ ”لیکن کس طرح۔“

”بھری راستے سے۔“

”لیکن اگر وہ ہوائی جہاز سے چلا گیا تو۔“

”وہ اتنا حق نہیں ہے۔“

”کیوں اس میں حافظت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے وہ یہاں سے جائے ہی نہیں۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ اب میں نے اس کا خیال ہی چھوڑ دیا ہے۔“

”چھر....؟“

”مجھے یہ دیکھنا ہے کہ علی فضیل کی موت کن حالات میں ہوئی تھی۔“

”لیکن علی فضیل کے متعلق بھی آپ کو اسی سے معلوم ہوا تھا۔“ حمید نے کہا۔ ”کون جانے

اس نے یہ بات بھی غلط کی ہو۔“

”نہیں مجھے اس میں شبہ نہیں۔ حینہ علی فضیل ہی کی لڑکی تھی۔ آج ہی مصر سے میرے

تار کا جواب آیا ہے اور اسی سے معلوم ہوا ہے کہ علی فضیل کے ایک ہی لڑکا تھا، جو اس کے قتل

کے کچھ ہی دن بعد قتل کر دیا گیا تھا۔“

"تو پھر اس تعینی دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مصلحت....!" فریدی نے کہا۔ "بھرم خطرناک ہے آسانی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"تو کیا پر نہذنٹ سے آپ کی لزاںی مخفی دکھادا تھی۔"

"وہ بیچارہ تو یہی سمجھا ہے کہ وہ سو فیصدی حقیقت ہے۔"

"بہر حال اب تو آپ اس تعینی دے یہ چک۔" حمید بولا۔

"اس میں کسی شبے کی گنجائش نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر اب آپ یہ سب دردسری کیوں مول لے رہے ہیں۔"

فریدی جواب دینے تھی والا تھا کہ نوکرا یک کارڈ لے کر اندر آیا۔

"اوہ....!" فریدی کارڈ دیکھ کر بولا۔ "بیچج دو۔"

چھوڑی دیر بعد ایک وجہ پر آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے سنبھلے طالم اور خلک بال پیشانی پر اڑ رہے تھے۔ لیاس اس نے اچھا چکن رکھا تھا۔ لیکن اس کی بے ترتیبی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حدود رجہ لا پر واد واقع ہوا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر ایک قسم کی مکراہت تھی۔ اسکی مکراہت جسے زیر خدمتی سے تبیر کیا جا سکتا ہے۔ حمید نے اسے دیکھ کر غرفت سے من سکوڑ لیا۔ اس کے برخلاف فریدی کے لجھ میں تپاک تھا۔

"اوہ.... اوہ.... انور.... مجھے موقع تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔"

انور نہیں کر ایک صوف پر بیٹھ گیا۔

"غایباً تم اس تعینی دینے کی وجہ پر چھٹنے آئے ہو۔"

"اور آپ صحیح وجہ کبھی نہ تائیں گے۔" انور نہیں کر بولا۔ "لیکن تم اس طرح بھی صحیح وجہ نہ معلوم کر سکو گے۔"

انور پہنچنے لگا۔

"بہر حال تم صحیح موقع پر آئے۔" فریدی بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے اخبار میں میری ناکامی کی ایک لمبی چھوڑی داستان چھاپ دو۔"

"بس بس میں سمجھ گیا۔" انور نے کہا۔

"ای لئے میں کہتا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔" فریدی بولا۔

”مگر ایک جیز...!“ انور بولا۔ ”یہ جبار کہاں سے آگوڑا۔“

فریدی نے جبار والا واقعہ بھی اُسے بتا دیا۔

”اس کیس کے متعلق میں نے پوری داستان خود ہی مکمل کی ہے۔“

انور جیب سے کچھ تہہ کئے ہوئے کاغذات نکال کر بولا۔ ”آپ دیکھئے کہ میں کہاں تھے کامیاب ہوا ہوں۔“

فریدی کاغذات کو پڑھتا رہا۔ درمیان درمیان وہ سر اٹھا کر حیرت زدہ نظروں سے انور کی طرف دیکھ لیتا تھا۔

”واقعی تم ایک کامیاب کرامہ رپورٹر ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس میں بعض جگہ تم نے محض قیاس سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ خیر میں ٹھیک کئے دیتا ہوں۔“

فریدی ایک سارے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے وہ کاغذ اسکی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ تو اس کا یہ مطلب کہ میری رپورٹ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ تو آپ کو اُسی غیر ملکی مجرم نے تہہ خانے میں بند کیا تھا۔“

”ہاں....!“

”اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔“

”چھلا دھے ہے۔“ فریدی بولا۔ ”اس تم کے کردار صرف جاوسی ہولوں ہی میں نظر آیا کرتے تھے۔“

”اور آپ کیا فرماتے رہے ہیں۔“ انور نے طنزیہ انداز میں سکرا کر حمید کی طرف اشارہ کیا۔

”دیکھو تم مجھ سے نہ الجھتا.... ورنہ....!“

”ورنہ آپ رو دیں گے۔“ انور نے جملہ پورا کر دیا۔

فریدی پہنچنے لگا۔

”خیر اگر کبھی میری گرفت میں آگئے تو بوبیاں اڑا دوں گا۔“ حمید جھلا کر بولا۔

”تم پر ہی کیا مختصر ہے۔“ انور بھس کر بولا۔ ”اس شہر کی پولیس کے سارے ناکارہ آفسر مجھے اس تم کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی میرا کچھ نہ بلگاڑ سکا۔“

”چھوڑو.... چھوڑو.... ان فضول باتوں کو۔“ فریدی اکتا کر بولا۔ ”مکام کی بات کرو۔ دیکھو

اپنے مضمون میں میری جتنی بھی توہین ممکن ہو اس سے بازنشہ آتا۔“

”یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔“ انور جلدی سے بولا۔ ”میرے دل میں آپ کیلئے بڑا احترام ہے۔“  
”لیکن یہ تم میری اجازت سے کر دے گے۔“ فریدی نے مسکرا کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ ”یہ  
ایک واقعی ضرورت ہے۔“

”خبر جیسا آپ کہیں۔“ انور نے کہا۔ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہنے کے  
بعد انور چلا گیا۔

”آخر آپ نے اسے اس قدر منہ کیوں لگا رکھا ہے۔“ حمید جلا کر بولا۔  
”بہت کام کا آدمی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ” بلا کا ذہین ہے۔ اسے ایک بہترین جاسوس بنانے  
کے لئے تھوڑی سی زینگ کافی ہو گی۔“

”میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔“ حمید نے کہا۔  
”کیا اس لئے کہ وہ پولیس والوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔  
”سکی نہ کسی دن گردن پ جائے گی۔“ حمید نے کہا۔  
”اور مشکل یہی ہے۔ یہاں کے سارے آفیسروں کی دلختی ہوتی رگوں پر اس کا ہاتھ  
ہے.... شاکر ہی کوئی اسے چھیڑنے کی بہت کر سکے۔“

”مجھے اس نے کبھی چیخنے نہیں کیا۔ ورنہ میں مزاچکھا دتا۔“ حمید نے کہا۔  
”خبر خیر چھوڑ بھی کہاں کی باتیں نکال بیٹھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ تمہیں چھیڑنے کی  
کیوں لگا۔“

”کیا آپ نے اُس وقت اس کا انداز نہیں دیکھا۔“ حمید نے کہا۔  
”بھی وہ ہے تھی اس قسم کا.... بڑی زہریلی باتیں کرتا ہے.... میں اس کی کچھلی زندگی سے  
واقف ہوں.... اُسے بہت ستایا گیا ہے۔ تم نہیں جانتے جب کوئی ذہین اور تعلیم یا ذہن آدمی مسل  
ہا کامیوں سے بھک آ جاتا ہے تو اس کی ساری شخصیت سبر کی تکنیکوں میں ڈوب جاتی ہے۔“

”خبر چھوڑیے۔“ حمید اتنا کر بولا۔ ”ہمارا دوسراقدم....!“  
”حالات پر مختصر ہو گا۔“ فریدی نے کہا اور سگار سگار کر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔  
شام تک فریدی کے گھر پر اچھا خاصاً تجھع اکٹھا ہو گیا.... اس میں سر کاری اور غیر سر کاری ہر  
قسم کے لوگ تھے۔ وہ فریدی کے اس حصے دینے کی معقول وجہ جانتا چاہتے تھے.... فریدی انہیں ٹالنا

چاہتا تھا۔ مگر بہترے لوگ جو اس سے بے تکلف تھے کسی طرح ملنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ آخر حمید کو بولنا پڑا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ فریدی صاحب کو اپنے پر نشذٹ کار دیہ ناپسند تھا۔ وہ کسی قسم کی دھونس سنبھلے کے عادی نہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ فریدی صاحب اس ملک میں محض شوق کی بناء پر آئے تھے۔ پہلے انہوں نے بہت چاہا کہ کسی طرح پر نشذٹ صاحب سے مصالحت ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخر کار انہیں استغفاری ہی دینا پڑا۔ اور میں نے کیوں استغفاری دیا یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔“

”کیوں تم نے کیوں استغفاری دیا۔“ جملہ نے پوچھا۔

”میں اب شادی کرنا چاہتا تھا۔“ حمید نے سمجھ دی سے کہا۔

”تو اس سے استغفاری دینے سے کیا مطلب۔“ جملہ نے پوچھا۔

”میری ملکیت ملازمت کو نہ ابھیتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”وہ چاہتی ہے کہ میں دودھ کی تجارت کروں۔“

”تو کیا وہ دودھ والی ہے۔“ ایک صاحب نے پوچھا۔

”جی نہیں میرے بچوں کو دودھ پلانے والی ہے۔“

اس پر فتحہ پڑا۔ اور حمید انگوٹھا چوٹے لگا۔

تحوڑی دیر بعد یہ مجمع بھی رخواست ہو گیا۔

”اب کیا کرنا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔

”تم آخر اس طرح الجھ کیوں رہے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تمکال کیا آپ نے؟“ حمید جھلا کر بولا۔ ”ابھیں کی بات ہی ہے۔“

”قطیعی ابھیں کی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا اور انہ کر ٹھیکنے لگا۔

تحوڑی دیر بعد ٹھیک فون کی تھیتی بھی اور فریدی کسی سے تنگو کرنے لگا۔ تقریباً دس بجے رات تک تھوڑے تھوڑے وقق کے بعد فریدی نامعلوم اشخاص کو فون کر تارہ۔ حمید نے کچھ پوچھتا چاہا لیکن فریدی کے رویے نے اسے باز رکھا۔ وہ اس کی سرشت سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب وہ کچھ بتانا چاہتا تو خود ہی اگل دیتا۔ دیے لاکھ سر پختے دیواریں قبول سکتیں تھیں لیکن فریدی

نہیں۔ وہ ساری رات حمید نے الجھنوں میں گزاری۔ بظاہر وہ سارا دن بنتا رہا تھا لیکن اس کا ذہن نہ جانے کتنی جھلاہٹوں کا شکار تھا۔ سراغِ رسانی کا یہ طریقہ کم از کم اُس کے لئے بالکل نیا تھا۔ بھلا اس میں استغفاری دینے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسرے دن وہ دن بھر گھر ہی پر رہا اور فریدی نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا بھر۔ گھر داہیں آکر اس نے کوئی معمول بات نہیں کی۔ حمید کے کسی سوال کا کوئی تکنی بخش جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ خود بھی کسی شدید تم کے ذہنی اضطراب میں جھلا ہوا اور بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا کہ وہ بالکل خالی اللہ ہن ہے۔۔۔ وہ دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران میں اگر کوئی ملنے کے لئے آجاتا تو اس سے کہلوادجا کہ فریدی گھر موجود نہیں ہے۔ حمید سب کچھ دیکھ رہا تھا اور الجھ رہا تھا۔ فریدی کا مودعا تھا کہ کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی۔ آخر حمید تن بتقدیر ہو کر بیٹھ رہا اور اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

## چرمی ہینڈ بیگ

اچانک ایک رات فریدی نے سامان اکٹھا کرنا شروع کیا۔ چار پانچ بجے بجے سوٹ کیسوں میں کپڑے رکھے گئے۔ اس میں حمید کے بھی کپڑے شامل تھے۔ مجھے ہوا لال نکالے گئے اس کے علاوہ اور بھی بیترا قیمتی سامان اُس پر رکھا گیا اور گاڑی چلی گئی۔ حمید نے کچھ پوچھتا چاہا لیکن جواب ندارد۔

تقریباً ایک بجے رات کو کسی نے حمید کو جگایا اور حمید اتنی رات گئے اپنے کمرے میں ایک غیر ملکی اجنبی کو دیکھ کر بھوچکارہ کیا۔

”ڈر نہیں میں پروفیسر لا سکلی ہوں۔“ اس نے کہا اور حمید اس کی آواز پہنچان گیا۔

”آف میں کیا کرو۔“ حمید اپنے زانو پر رہا تھا مار کر بولा۔

”جلدی کرو! تمہارے میک اپ میں بھی تقریباً ایک گھنٹہ لگے گا۔“

”مگر.... پھر کیا ہو گا؟“

”تمہارا سر!“ فریدی جھلا کر بولा۔ ”تم پروفیسر لا سکلی کے اسٹنٹ ہو گے۔“

”اور اس کے بعد۔“

”تمہاری پوچھا کی جائے گی۔ آرٹی اتاری جائے گی۔ پھول چڑھائے جائیں گے۔ فریدی ہونٹ بھینچ کر بولا۔ حمید ناک بھوں سکیز کر اٹھا۔

اور تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے بکلی بکلی چینیں نکلنے لگیں۔ فریدی اس کے رخساروں کو نبڑی طرح کھرچ رہا تھا۔

”عجیب لکھے آدمی ہو۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”میں ذرا خوبصورت تم کا میک اپ کرتا چاہتا ہوں اور تم مرے جادے ہو۔ تمہیں شائد نہیں معلوم کہ میرے گالوں سے تقریباً ایک چھٹائیں خون نکل چکا ہے۔“

حید خاموش ہو گیا اور جب وہ آئینے کے سامنے گیا تو اپنی صورت دیکھ کر جھجک پڑا۔ وہ ایک اویز عرب کا انگریز معلوم ہو رہا تھا۔

”یعنی تم انگریز نہیں ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”جنوبی امریکہ کے باشندے ہو.... زیوڈی ہیز و کے رہنے والے۔“

”نہیں میں ریوڈی ڈان کچھات کیہاٹ کا رہنے والا ہوں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اور آپ پروفیسر ہیر اللہ لا سکی۔“

”ایک حقافت نہ کرتا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”راہبرت لا سکی۔“

”اور حضور کا پیش۔“ حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

”ایک ایسا ریڈیو سٹ ایجاد کرنے کا چکر جس میں مرغ کے باشندوں کی آوازیں سنی جاسکیں۔“ فریدی بولا۔

”کن بلکہ....!“

”حضور کوئی سید حساساً.... میں خود یہ نام بھول جاؤں گا۔“

”مکار نس....!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”زبان کوئی بولنی پڑے گی۔“

”انگریزی....!“

”لجبھ کہاں سے لااؤں گا۔“

"ہکلا کر بولنا۔" فریدی نے کہا۔ "اور پھر تمہیں زیادہ بولنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"  
 "لیکن ایک دوسری دشواری۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔  
 "سی...!"

"میں سوتے وقت اردو میں بڑبڑا نے کا عادی ہوں۔"  
 "اور میں ایسے موقعوں پر تمہارا گلا گھونٹ دینے کے امکانات پر غور کرنے لگتا ہوں۔"  
 فریدی جھلا کر بولا۔

"چنان کہاں ہو گا۔"

"جنہیں میں۔" فریدی نے کہا۔

"خبر چلنے دروازے تک آپ کو پہنچا کر لوٹ آؤں گا۔" حمید نے سمجھ گئی سے کہا۔  
 "ہمارا جہاز...! صبح آٹھ بجے روانہ ہو جائے گا۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔  
 "جہاز...!" حمید اچھل کر بولا۔

"ہاں ہم مصر جا رہے ہیں۔"

"اور آپ نے اب بتایا ہے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"کیوں کیا شہر بھر سے گلے مل کر رخصت ہونے کا ارادہ تھا۔" فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔  
 "مگر یہ بھی... کوئی...!"  
 "بکومت...!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ پاسپورٹ وغیرہ۔"

"اس کا میں انتظام کر چکا ہوں۔"

"کہاں سے انتظام کر لیا ہے... پاسپورٹ پر تصویریں بھی تو لگائی جاتی ہیں۔"  
 "کیا یہ مکار نس کی تصویر نہیں ہے۔" فریدی نے جب سے ایک تصویر نہال کر میز پر ڈال دی۔  
 حمید نے تصویر انھیں اور آئینے کے قریب جا کر اس سے اپنے خدوخال کا موازنہ کرنے لگا۔  
 "آپ بھی نہ سمجھے دکھلایا کرتے ہیں۔" حمید نے پلٹ کر کہا۔ ... لیکن فریدی کمرے میں  
 نہیں تھا۔

حمدید ایک کرسی پر بیٹھ کر پاپ لے لانا نے لگا۔

انتہے میں فریدی اندر آیا۔

”سنو! ہمارے مکان کی گمراہی ہو رہی ہے۔“ فریدی بولا۔

”لیکن کس کی طرف سے۔“

”یہ میں نہیں جانتا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ممکن ہے کوئی سرکاری جاسوس ہو۔“

”سرکاری جاسوس...!“ حمید نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں... ہمارے پرمندžٹ سے کچھ بعید نہیں۔“ فریدی بولا۔ ”اتنا حق آدمی میں نے

آج تک نہیں دیکھا۔“

”تو پھر اب کیا کہجئے گا۔“

”میں نے ابھی پھانک کے سامنے ایک آدمی دیکھا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکوں نہ ہم کسی کے کو اس کے پیچھے لا گاویں۔“ حمید نے کہا۔

”میں یہ نہیں چاہتا۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”پرمندžٹ کی یہ حرکت ہمارے حق میں  
نمدی نہیں اور پھر ممکن ہے کہ وہ مجرموں ہی کا آدمی ہو۔“

”پھر کس طرح باہر چلے گا۔“ حمید بولا۔

”یاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے نوکروں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ ہماری عدم موجودگی میں ہمارے متعلق کسی کو کوئی تشقی بخشن جواب نہ دیں۔“

”اس سے فائدہ۔“

”اس سے یہ فائدہ ہے کہ مجرم ہمارے متعلق کسی خاص سمت میں گھوڑے نہ دوڑا سکیں گے۔“

فریدی نے کہا۔ ”اچھا آؤ جلدی کرو۔ ہم باغ کے پشت والی بدروں کے ذریعے باہر نکلیں گے۔“

”لا حول ولا قوّة۔ یہ مجھ سے نہ ہو گا۔“

”ہو گا کیسے نہیں۔“ فریدی نے حمید کی گردن پکڑ کر کہا۔

”تحوڑی دیر بعد دونوں باغ کی دیوار کی ڈیڑھ فٹ اونچی بدروں سے باہر نکل رہے تھے۔ جیسے ہی فریدی نے باہر سر نکالا ایک سایہ سامنے سے ہٹ کر دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔

”میں پہچان گیا۔...!“ فریدی نے باہر نکل کر کہا۔ ”چھپنے کی ضرورت نہیں۔“

حمد بھی باہر نکل آیا۔... فریدی ایک آدمی کے پیچے دوڑ رہا تھا۔... حمید نے ریواںور نکال

لیا۔ چند لمحوں میں فریدی نے اسے جالیا۔

”انور تم اتنے چالاک نہیں ہو کہ مجھے دھوکا دے سکو۔“ فریدی نے بھاگنے والے کوروک کر کہا۔  
”آپ نے اندر ہیرے میں مجھے کیسے پہچان لیا۔“ انور بولا۔

”پہچان لیا کسی طرح۔“ فریدی نے کہا۔ ”چالک کی طرف کون ہے۔“

”کوئی ہے.... میں نہیں جانتا۔ میں سمجھتا تھا کہ اس کی موجودگی میں آپ بھی راستہ اختیار کریں گے۔“ انور نے کہا۔

”خیر یاد رکھو کہ اس کے متعلق اگر تمہارے اخبار میں ایک لفڑی بھی چھپا تو اچھا ہو گا۔“

فریدی نے کہا۔

”یہ میں اخبار کے لئے نہیں بلکہ اپنی معلومات کے لئے کر رہا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”خیر.... مگر مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔“ فریدی بولا۔

”میں جانتا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”جو کچھ بھی جانتے ہو اپنے ہی تک مدد و در کھنا۔“ فریدی نے کہا۔

”اور اگر ہو سکے تو میری عدم موجودگی میں اپنے اخبار کے ذریعہ مجرموں کو خلط راستے پر لگانے کی کوشش کرنا۔“

”اور اس کی قیمت....!“

”واپسی پر ادا کروں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”بہت اچھا.... گذشت۔“ انور نے فلت ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکایا اور تھوڑی دور جا کر۔  
اندر ہیرے میں غائب ہو گیا۔

”کہیں یہ سمجھت گز بونہ کرے۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔“ فریدی نے کہا اور چلنے لگا۔

چاروں طرف تار کی پھیلی ہوئی تھی۔ سردی ہڈیوں میں سختی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں نے اور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے، فلت ہیٹوں کے گوشے چہروں پر جھکائے۔ سنان سڑک پر ان کے قدموں کی آواز دور تک پھیلتی معلوم ہو رہی تھی۔ دونوں اس وقت بندر گاہ پر پہنچے۔ جب جہاز کی روائی میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ انہیں اپنے کی بنیں تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہ

ہوئی۔ سامان پہلے ہی پہنچ پکا تھا۔ بہر حال حمید کی اچھی خاصی شامت تھی۔ اسے یہ بات ہر وقت ذہن میں رکھتی پڑتی تھی کہ وہ جنوبی امریکہ کا باشندہ ہے اور اس کی مادری زبان انگریزی ہے۔ دوران سفر فریدی اپنا زیادہ تر وقت عرشے پر یار یسٹوران میں گزارتا تھا۔ اکثر وہ خیالی شراب پی کر بے شکریں بھی کر پیٹھتا تھا۔ اس نے یہاں کئی دوست پیدا کر لئے تھے جن میں زیادہ تر عورتیں تھیں۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک بوڑھے انگریز تاجر کی طرف زیادہ جھک رہا ہے۔ اکثر رات کو وہ اس کے کیبن میں جماں کا بھی کرتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ کافی رات گئے تک اس سے غب لڑتا رہتا۔ وہ بوڑھا بھی بڑا دلچسپ خصوصائی کی حالت میں تو وہ بجائے خود ایک اچھا خاصاً مشحونہ بن کر رہا جاتا۔ لیکن اس میں کافی دلچسپی لیتی تھیں۔

اس بوڑھے کے کیبن سے ملا ہوا ایک دسر اکیبن تھا جس میں ایک اویز عمر کا سنجیدہ انگریز تھا۔ وہ یسٹوران میں بہت کم پیٹھتا تھا۔ اکثر عرشے پر ہی دکھائی دیتا تھا۔ لیکن کسی کے ساتھ نہیں یا تو وہ سیندر کی لہروں پر اڑتے ہوئے سفید سفید جھاگ کی طرف تاکتا رہتا تھا یا پھر اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہوتی تھی۔ وہ ایک بار فریدی کو اس سے ٹکٹکو کرنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن وہ موسم کی کیفیت سے آگے نہیں بڑھی تھی..... حمید اسے مٹکوک نظر وہیں سے دیکھتا تھا۔ سب سے زیادہ الجھن کا باعث اس کا چھپا ہندے بیک تھا۔ جسے وہ ہر وقت بفل میں دیباۓ رہتا تھا اور حمید کو اس کی آنکھوں کی زناہت کے پچھے چھپی ہوئی درندگی صاف نظر آنے لگتی تھی۔ ایک دن حمید نے فریدی سے اس کے متعلق پوچھا کہ وہ کون ہے۔

”کو لمبایا یونور سٹی کا ایک پروفیسر ....!“ فریدی نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ”تم نے خصوصیت سے اسی کے متعلق کیوں پوچھا..... اور غالباً اب تم مجھ سے اس کے چھپا ہندے بیک کے متعلق پوچھو گے۔“

حمد حمرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”جو چیز تمہیں شبے میں ڈال سکتی ہے۔ وہی مجھے بھی۔“ فریدی نے سارکاکش لے کر دھوان چھوڑتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ اس بوڑھے انگریز میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔

”محض تمہارے لئے۔“

”میرے لئے کیوں۔“

”بات یہ ہے کہ اس میں کچھ نوجوان لڑکیاں بھی دلچسپی لتی ہیں۔“

”ٹھیک فرمایا آپ نے۔“ حمید جل کر بولا۔ ”آپ مجھے اس قابل رہنے کی کب دیتے ہیں۔“

”بھی گونا ہنادیا اور بھی ہکلا۔“

فریدی نے قبچہ لگایا۔

”تمہارے لئے یہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ تم سارا بھائڑا پھوڑو۔“ اس نے کہا۔ اُسی رات کو فریدی حمید اور وہ بوڑھا انگریز ریشور ان میں بیٹھے برج محلہ رہے تھے۔ کولمبیا یونیورسٹی کا پروفسر قریب ہی کی ایک میز پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اُس کے سامنے ایک کاغذ پڑا تھا۔ جسے وہ تحوزے میں اٹھا کر دیکھنے لگتا تھا۔

”مسٹر مارشن....!“ وہ بوڑھے انگریز کو مخاطب کر کے بولا۔ ”ایک دلچسپ خبر ہے.... کیوں پروفیسر....!“

فریدی سر ہلانے لگا۔

”اگر تمہارے ریڈیو سیٹ میں کچھ عجیب و غریب اشارے پیدا ہونے لگیں تو تم اسے کیا کہو گے۔“ کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر نے کہا۔

”نہیں....!“ بوڑھے نے پہ چھینک کر فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”ریڈیو سیٹ پر عجیب و غریب اشارے.... کیا مطلب۔“

”میرے ایک دوست نے اطلاع دی ہے۔“ کولمبیا والے پروفیسر نے کہا اور رک کر کچھ سوچنے لگا۔

فریدی بے چینی سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کچھ کہو بھی پروفیسر.... تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔“ فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔

”یا تمہیں اس قسم کی چیزوں سے دلچسپی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”پروفیسر فضول وقت مت بر باد کرو۔“ بوڑھا جھلا کر بولا۔ ”یہ خود بھی ایک نئے قسم کا ریڈیو ایجاد کرنے کی فکر میں ہے۔“

”اوہ.... اچھا.... تو تم اس کے متعلق زیادہ بہتر تنا سکو گے۔“

موت کی آندھی

پروفیسر نے کہا۔ ”سنو.... میرا ایک دوست ریڈیو میں کچھ نئے تجربے کر رہا ہے۔ اچاک  
کل اسے اپنی بنائی ہوئی مشین پر کچھ عجیب قسم کے اشارے موصول ہوئے ہیں۔ اس کا خیال ہے  
کہ وہ اشارے مردخ سے آرہے ہیں۔“

”اوہ جی....!“ فریدی نے اسامنہ بنا کر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شانک کوئی خاص بات ہوگی۔“

”خاص بات....!“ پروفیسر نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ کوئی خاص بات ہی نہیں۔“

”بالکل نہیں....!“ فریدی نے پہنچنے ہوئے لاپرواں سے کہا۔ ”کوئی تمہارے دوست کو  
یہ تو قوف بن رہا ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”تارے جتاب۔“ فریدی نے میز پر پتے رکھ دیئے اور پروفیسر کی کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میں  
نے اپنی عمر جنگ مارنے میں نہیں گزاری۔“

”میں یہ نہیں کہہ رہا۔“ پروفیسر مسکرا کر بولا۔

”کیا آپ کا دوست کسی اوپنجی جگہ رہتا ہے۔“

”ہاں وہ میکسیکو میں رہتا ہے۔“

”نہیں تو وہ کسی کی منتشر کی ہوئی ریڈیویائی لمبروں سے یہ تو قوف بن رہا ہے۔“

”لیکن اس کے مطابق وہ لمبrios اور کی ہیں۔“

”یقیناً اوپر کی ہوں گی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اسے مطلع کر دو کہ ابھی نئے تجربوں کے  
چکر میں نہ پڑے۔ وہ ابھی شانک کچھ نہیں جانتا۔... اس کی قیام گاہ سے تم بیچالیس میل کی دوری  
پر اگر کوئی ناقابل انتشار اور جوزہ سمت میں چلنے والی شعائیں اوپر کی طرف پھیلنے تو وہ اس کے  
سیٹ پر مجھر ڈگری کے زاویے سے گر سکتی ہیں اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اسے اوپر سے کوئی اشارہ  
موصول ہوا ہے۔ مردخ والے اتنے چند نہیں کہ امازوں کو اشارے کیا کریں۔“

”اوہ....!“ پروفیسر مسکرا کر بولا۔ ”میں اس سائنس سے ناداواقف ہوں.... کیا تم میرے  
لئے اپنی دلیل لکھ سکتے ہو۔“

”لکھو.... میں بوتا ہوں۔“ فریدی نے پتے سیٹھنے ہوئے کہا۔

”اوہ.... قلم.... میں اپنا قلم بھول آیا ہوں۔“

"خیر کوئی بات نہیں۔ لو قلم یہ رہا۔" فریدی نے اپنا قاؤنٹین پن اس کی طرف بڑھا دیا۔  
اس نے قلم لے کر اپنا چمچی چینڈ بیگ کھولا اور اس میں سے کاغذ ٹکالے لگا۔ فریدی سمجھیوں  
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فتحاً اس نے ایک گہری سانس لی اور پتہ پھینک کر بوڑھے مارش کی  
طرف دیکھنے لگا۔

فریدی بو تارہ اور کو لمبیا یوں سورٹی کا پرو فیسر لکھتا رہا۔

"ٹھکریے۔" اس نے فریدی کا قلم واپس کیا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا اور سکیل میں مشغول ہو گیا۔

حمدہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم دیکھتے کیا ہو۔" فریدی نے کہا۔ "دماغِ سختدار کھ کر کھیلو۔... کیا وہ سکی نے تمہاری عقل  
عی چوپٹ کر دی ہے۔"

"کگ..... کیم..... کاف..... کاف.....!" حمید ہکلایا۔

"شٹ اپ.....!" فریدی جھیج کر بولا۔ "چپگاڑ کی طرح.... چپگاڑ کہیں کے۔"

حمدہ خاموش ہو گیا۔... اس کے چہرے پر بے بسی چھاگئی۔

"بوائے.....!" بوڑھا مارٹن چھینا۔ "زم لاو زم.....!"

"میں رم نہیں پیتا۔" فریدی ہونٹ سیکر کر بولا۔

"تو پھر کیا پیو گے۔"

"اگدھی کا دودھ۔" فریدی نے جھلا کر کہا اور پتہ میز پر ٹھنڈیئے۔

"کیوں کیا اب نہیں کھیلو گے۔"

"نہیں.....!"

"سو ناچا ہتھے ہو۔"

"نہیں۔"

"پھر کیا چاہتے ہو۔"

"نہیں متی پریاں..... ساز کی لمبیں پر چکتی ہوئی رنگیں مجھیاں۔" فریدی اس کے چہرے

کے سامنے انٹی نچا کر بولا۔

”اب چڑھ رہی ہے۔“ بوز حمار شن قیقهہ لگا کر بولا۔

”سنیار!“ فریدی میز پر جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”کیا نام ہے اس کا.... نسلی فرائ  
والی.... کورنیا....؟“

”اوہ کورنیا.... کتنا حسین نام ہے.... کورنیا۔“

”کیوں؟ کیا بات ہے۔“ مارٹن نے آنکھ مار کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”پچھے نہیں.... پچھے نہیں.... ابھی تک تمہاری زم نہیں آئی.... میں مارٹنی پیوس گا۔“  
بڑی رات گئے تک وہ تینوں ریشور ان میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے۔ کولبیا یونیورسٹی کا  
پروفسر جاپکا تھا.... تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید بھی اپنے کینوں کی طرف لوٹے۔

راتے میں حمید نے کچھ بولنا چاہا۔ فریدی نے اُسے چپ کر دیا۔

”خاموش رہو۔ کل بات کریں گے پروفسر میرا امتحان لے رہا تھا۔ اُسے ہم پر شبہ ہو گیا  
ہے۔ وہ کم از کم آج رات بھر میرے چیچے لگا رہے گا اور خدا راتم رات بھر سونا نہیں.... اگر کہیں  
اردو میں بربادانے لگے تو سب چوپٹ ہو جائے گا۔“

حمدی ساری رات جاگتا رہا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کے بعد وہ دونوں عرشے پر نکل آئے.... یہاں کچھ عجیب یہجان برپا  
تھا۔ ایک کشی کھو گئی تھی جس کی تلاش جاری تھی اور تھوڑی دیر بعد یہ اطلاع ملی کہ کولبیا  
یونیورسٹی والا پروفیسر بھی غائب ہے۔

”وہ اپنا جری ہینڈ بیک ضرور ساتھ لے گیا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا مطلب....؟“ حمید نے چوک کر کہا۔ ”کیا وہ حق مجھ فرار ہو گیا۔“

”معلوم تو ہی ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور اب مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے....  
مگر افسوس وہ نکل گیا۔“

”صف صاف کیجئے۔“ حمید الجھ کر بولا۔

”اس کا چرمی بیک میرے پاس ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ہو گا....؟“ حمید نے غصہ سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”اچھا.... اچھا شاید تم پوری داستان سننا چاہتے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

حید نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کل جب وہ اپنے ہند بیگ سے کاغذ نکال رہا تھا تو میں نے اس میں ایک تہہ کیا ہوا سفید رومال دیکھا تھا اور ایک رومال میز پر پڑا تھا جس سے وہ اپنا منہ پوچھتا تھا.... کیا سمجھے.... رات وہ بار بار میرے کیبین میں جماںک رہا تھا۔ غالباً تمہاری طرف بھی گیا ہو گا۔ تم شاید جاگ رہے تھے.... ہاں تو مجھے اسی وقت سے فکر ہو گئی تھی کہ کسی طرح اس کا چھپی ہند بیگ اڑاکوں.... میں نے ایک بار محسوس کیا کہ وہ میرے کیبین میں کنجی کے سوراخ سے جماںک رہا ہے۔ میں سوتا بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی کیبین سے نکلا اور عسل خانے کی طرف چلا گیا.... واپسی میں میں نے اسے پھر اپنے کیبین کے پاس دیکھا۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر سیٹی بجانی شروع کر دی۔ جس کی آواز سن کر وہ چھپ گیا۔ میں کیبین میں لوٹ آیا۔ پھر مجھے ایک تدبیر سوچھ گئی۔ میں نے ایک موم ہتی نکالی اور اس طرف چلا گیا.... وہ خالی بیچھاں رکھے ہیں.... ان چیزوں کے پیچھے جا کر میں نے موم ہتی روشن کی۔ وہ میرے پیچھے لگا ہوا تھا.... میری اس حرکت پر اس کا استھناب ضرور بڑھ گیا ہو گا۔ موم ہتی میں نے وہیں رکھ دی.... اور چیزوں کی آڑ لیتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ چیزوں کے انبار سے لگا بیٹھا دوسری طرف جماںکنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی پیٹھے میری طرف تھی۔ میں وہاں سے سیدھا اس کے کیبین میں پہنچا اور اس کا ہند بیگ اڑا لیا.... اور پھر اسے سلپنگ گاؤں کے پیچے چھپائے ہوئے پھر چیزوں کی طرف لوٹا۔.... ابھی تک اسی حالت میں بیٹھا چیزوں کے پیچھے کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا.... میں نے موم ہتی بھائی اور چیزوں کی آڑ سے نکل آیا۔... اپنے کیبین میں آکر میں نے ایک کتاب انھیں اور پھر میں بھی رات بھر جا گتا رہا۔

”تو وہ رومال آپ کو مل گیا۔“ حید نے جلدی سے پوچھا۔ ”کیسا ہے۔“

”معمولی چیز سب ہوتے ہیں۔ ایک کونے پر حینہ کا نام کڑھا ہوا ہے۔“

”لیکن وہ بھاگ کیوں گیا۔“ حید نے پوچھا۔

## حیرت انگلیز انکشاف

”اس کے چھی بیک میں اس کی ڈائری بھی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس ڈائری سے اس کی شخصیت کا راز افشاہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا راز تو مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا۔“

”وہ کون تھا۔“ حمید نے بے ساختہ پوچھا۔

”سرپرچمال....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ... حمید اچھل پڑا۔

”کیوں مذاق کرتے ہیں۔“ وہ نہ کر بولا۔ ”اس کی تواش....!“

”ہاں ہاں اس کی لاش ملی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور وہ لاش اس کی نہیں بلکہ جبار کی تھی۔“

”سرپرچمال بھلا اسے کیوں زندہ چھوڑتا۔“

”جبکہ بھلا سرپرچمال کیسے ہو سکتا ہے۔“

”جیسے میں پروفیسر رابرٹ لاسکلی ہو سکتا ہوں.... جیسے تم مکارنس ہو سکتے ہو.... سرپرچمال جیسے فضیل ہو سکتا ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”کیا ایک لاش کا میک اپ نہیں کیا جاسکتا.... میں نے لاش کو ڈی۔ آئی۔ جی کے سامنے دیکھا تھا اور اسے یہ بھی نکلتے سمجھا دیا تھا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ لاش والے کرے میں ڈی۔ آئی۔ جی اور میں تھا تھے۔ اس وقت صحیح منتوں میں اس کیس کی اہمیت سے آگاہ ہوا تھا اور پھر میں نے وہ پلات بنا لیا جس سے سرپرچمال آسانی سے دھوکا کھا گیا۔ بہر حال کہنے کا یہ مطلب کہ میری اور تمہاری ملازمت بدستور برقرار ہے.... البتہ بیکارے پر نہنڈٹ کو اس راز کے ظاہر ہوتے ہی بڑی کوفت ہو گی۔“

”تو آپ نے یہ مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتا دیا تھا۔“ حمید نے کہا۔

”محض احتیاط کی خاطر۔“

”تو کیا آپ مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔“

”یہ بات نہیں پیدا رہے۔ تم اکثر نادانشگی میں غلطیاں کر جاتے ہو۔ مثلاً کل ہی کو جب میں اُسے ریٹرو والا مسئلہ سمجھا رہا تھا تو تم احمدتوں کی طرح میری طرف تاک رہے تھے۔“

حمد خاموش ہو گیا۔

”سرپتھمال کی ذائقے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس رومال کی اہمیت سے واقف نہیں ہے.... اور وہ کسی کے لئے کام کر رہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”بہر حال نہیں ہو شاید رہتا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ اس جہاز میں اکیلا نہیں تھا۔ کیونکہ چلتے جہاز سے کشی اتنا نہ اور پھر اس میں بینڈ کر نکل جاتا کسی اکیلے آدمی کے بس کا روگ نہیں۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ” بلکہ مجھے تو اسی میں شہید ہے کہ وہ جہاز سے چلا کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اور پھر اسی صورت میں جب کہ وہ بھیس بدلتے میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ اسی قسم کی موقع رکھنی چاہئے۔“

”بہر حال نہیں اب اور زیادہ محاط رہنا پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے کل رات ہی کو دوسری ایک دوسرا رومال تیار کر لیا ہے اور وہ اس وقت اس پینڈ بیک میں موجود ہے اور پینڈ بیک کیبین میں ہے.... اور ہم کسی غنی واردات کے خطر۔“

”کیا مطلب....!“ حمید چونکہ کربولا۔

”پکھ نہیں۔ فی الحال پکھ کہا نہیں جا سکتا۔“ اور پھر دونوں ریسٹوران کی طرف گئے۔

جہاز سمندر کا مٹالم سینڈ چیر تاپکولے لیتا اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی لہروں پر چکدار جال بن رہی تھیں۔ سر پر نیلا آسمان اور حد نظر تک پھیلا ہوا پائی۔.... حمید مظفر کی یکسانیت سے اکتا گیا تھا۔ اس دوران میں دو ایک بار اس کی طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی۔ لیکن فریدی کی احتیاطی تذکیر نے پیاری کو آگے نہ بڑھنے دیا.... ابھی دو دن کا سفر اور باقی تھا.... حمید کو سرپتھمال کے اچانک غائب ہو جاتے سے ابھن سی ہو گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ جہاز ہی پر موجود ہے اور ابھن کی وجہ بھی ہی تھی۔ کہیں کسی وقت حملہ نہ کر پہنچے.... اس وقت بھی وہ ریسٹوران میں بینڈ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ برخلاف اس کے فریدی کے رویے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ وہ اس وقت بوڑھے مارٹن کو چھینز چھینز کر خود بھی قبیلے اگارہا تھا.... دو تین لڑکیاں بھی موجود تھیں۔ لیکن حمید اس وقت لڑکیوں میں دچپی لینے کے موڑ میں نہیں تھا۔

"کیوں مک...!" فریدی حمید کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "تم اس وقت کچھ اوس نظر آرہے ہو۔"

"م... م... مف... مف...!" حمید ہکایا۔

"ش اپ...!" فریدی زور سے چینا۔ پھر قہقہہ مار کر ہٹنے لگا۔ لڑکوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور حمید خون کے گھوٹ پی کر رہ گیا۔

"بیچارا ہکام...!" ایک لڑکی اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔ حمید پہلے تو جھایا، لیکن پھر سکرا کر اسے آنکھ مار دی۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ محبت کرنا جانتا ہے۔" فریدی حمید کی پیٹھے ٹھوٹکا ہوا بولا۔

"اس سے تو کوئی پاگل اور لکھنچی لڑکی ہی محبت کر سکتی ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔

حمد خاموش رہا۔ فریدی لڑکوں کے مذاق میں دل کھول کر حصہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد حمید خاموش رہا۔ آخر کوئی حد بھی ہے لا پروائی کی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سر عتحال سینیں کہیں قریب ہی موجود ہے وہ کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کر رہا۔ معلوم نہیں اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔ ممکن ہے چھپ کر کسی وقت حملہ کر بیٹھے۔

آخر کار فریدی اٹھا۔ اور دونوں اپنے کیبوں کی طرف آئے۔ اور دوسرے لمحے میں فریدی نہیں طرح گرج رہا تھا۔ کیبین میں سوت کیس کھلے پڑے تھے۔ بستر کی جہیں الٹ پلٹ ڈالی گئی تھیں۔ بہر حال سارا سماں بے ترتیب سے بکھرا پڑا تھا۔ فریدی نے چیچی کر سارا کیبین سر پر اٹھایا۔ ادھر ادھر کے سافر اکٹھا ہو گئے۔

"یہ دیکھو...!" ذرا یہ بد انتظامی دیکھو۔ جہازوں پر بھی چور گھنٹے لگے۔ "فریدی مجمع کی طرف مخاطب ہو کر چینا۔" میں ریستوران میں تھا۔ اور یہاں کوئی گھس آیا۔"

اور پھر وہ چینتا ہوا کپتان کے کیبین کی طرف چلا گیا۔ مجمع اس کے چیپھے تھا۔

"آخر یہ کیا مذاق ہے۔" وہ کپتان کو مخاطب کر کے چینا۔

"لیا بات ہے۔"

"میرے نیبن میں چور گھس اتھا۔"

"چور...!" کپتان چوک کر بولا۔ "کیا مطلب۔"

”آپ چور کا مطلب نہیں جانتے۔“ فریدی مجھ کو حاضر کر کے طرفیہ انداز میں بولا۔ اور تھوڑی دیر بعد کپتان فریدی کے سکبین میں اس کا بیان قائمیند کر رہا تھا۔.... کہی اور لوگ بھی سکبین میں موجود تھے۔

”میں کل رات کو عرشے کے دریان حصے میں بیٹھا تھا۔“ فریدی کہنے لگا۔ ”اس حصے میں جہاں خالی چیزوں کے ڈھیر ہیں۔ میں وہاں تقریباً آدھے گھنٹے تک رہا۔.... جب وہاں سے واپس آیا تو وہاں میں نے ایک چرخی پینڈ بیک دیکھا جو میرا نہیں تھا۔ کچھ تو نئے کی جھوک اور کچھ نیند کا غلبہ میں میں نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور سو گیا۔.... صحیح میں نے خیال کیا کہ اسے آپ کے حوالے کر دوں گا لیکن بھول گیا۔.... اچاہک رسوتوران میں بھتی یاد آیا کہ اُس پینڈ بیک کو اگواری آفس میں دے دوں۔.... اور یہی میں سکبین میں آیا تو یہ حالت دیکھی۔.... وہ پینڈ بیک بھی غائب ہے۔ صحیح میں نے اسے دیکھا تھا۔“

”اس بیک میں کیا تھا۔“ کیپٹن نے پوچھا۔ ”مجھے اچھی طرح یہ نہیں۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اسکیں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھی۔“ ”عجیب معاملہ ہے۔“ کپتان نے کہا۔.... اس کی آنکھوں سے بے اعتمانی ظاہر ہو رہی تھی۔ ”آج نہ جانے کتنی حرمت انگیز باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔.... کوئی بہت ہی پُر اسرار۔.... ہاں لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ رات کو وہاں چیزوں کے پیچھے کیا کرنے گئے تھے۔“

”اپنے بناۓ روپیو سیٹ پر مرغ کے باشندوں کے پیغامات سننے کی کوشش کر رہا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”ایک اور حرمت انگیز انکشاف۔“ کپتان نے طرفیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”اوہ تو شاید تم مذاق سمجھتے ہو۔“ فریدی غصے سے بولا۔ ”مکار فس کہاں ہو، اوہ یہ کبجت کہاں مر گیا۔ تھہرو میں دکھاتا ہوں تھیں۔....!“

”فریدی نے ایک سوت کیس کھول کر ایک عجیب قسم کی مشین نکالی جس میں بے شمار تار اور مشین کی نکلیاں لگی ہوئی تھیں۔.... اور پھر اسے ایک بیڑی سے نسلک کر دیا۔.... دو ایک پر زے ادھر اور ہر کئے۔.... مشین میں پہلے تو گھر گمراہت پیدا ہوئی۔.... پھر ”چوں چوں۔.... چرچ۔.... چرچ۔....“ کی آوازیں آنے لگیں۔ لیکن یہ آوازیں کسی جانب اڑا شے کی تھیں۔.... کپتان اور

و درے لوگ حیرت سے کبھی مشین کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی فریدی کی طرف۔

”دیکھا کپتان۔“ فریدی فخریہ انداز میں بولا۔ ”کسی دن یہ ”پوں چوں“ ایک صاف سنائی دینے والے پیغام میں تبدیل ہو جائے گی۔“

فریدی نے بیٹری کا تار الگ کر دیا اور آواز آئی بند ہو گئی۔

”بہت اچھے پروفسر لاسکلی۔“ بوڑھا مارٹن پر جوش آواز میں چینا۔  
کپتان کچھ متاثر ہوتا نظر آنے لگا۔ فریدی اُسے قہر آکوڈنگا ہوں سے گھور رہا تھا۔

”کوئی چیز چوری ہو گئی۔“ کپتان نے پوچھا۔ اس کے لمحے میں ندامت تھی۔

”یہی تو حیرت انگیز بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”عجیب بد تمیز چور ہے۔ جب اس نے کوئی چیز چ رائی نہیں تھی تو پھر اس نے خواہ خواہ میر اسلام کیوں بکھر دیا۔۔۔ اور پھر وہ ہینڈ بیک کیسا تھا، جو نہ اسرار طریقے پر غائب بھی ہو گیا۔“

”لیکن وہ تمہارے اس ریڈی یو سیٹ کے چکر میں نہ آیا ہو۔“ کپتان نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”مگر وہ ہینڈ بیک۔“

”یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔“ کپتان نے کہا۔

تحوڑی دیر بعد جمع برخاست ہو گیا۔ فریدی اور حمید تمہارہ گئے۔

حمد نے کچھ نہ کچھ بولنے کی کوشش ہی کی تھی کہ فریدی نے اُسے ڈانٹ دیا۔

پھر آہستہ سے بولا۔ ”عرشے پر چلو۔“

عرشے پر پہنچ کر دونوں رینگ سے نکل گئے۔

”ہم وہاں کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔“ فریدی بولا۔ ”ہماری ہجرانی ہو رہی ہے۔“

”آخر آپ نے یہ ڈھونگ کیوں پھیلایا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”میں نے جو کچھ سوچا تھا وہی ہوا۔ سر بیتحال جہاز ہی پر موجود ہے۔۔۔ گھبراہٹ میں وہ روپوش ہو گیا۔ لیکن اب اُسے افسوس ہو رہا ہو گا۔ اگر میر اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ ردمال کے معاملے میں دھوکا کھا گیا ہو گا۔“

”یعنی۔۔۔!“

”اگر وہ حقیقت ردمال کے راز سے خود واقف نہیں ہے تو میرا بٹلی ہوا نظری ردمال جو میں نے

اُس کے پینڈ بیگ میں رکھ دیا تھا۔ اُسے مطمئن کر دے گا.... میں نے اس کی ڈائری بھی اُسی میں رہنے دی ہے۔ اس طرح وہ کم از کم مجھ پر شہبہ کرتا چھوڑے گا.... مگر نہیں اس نے اپنی دانست میں ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی اور یہ ظاہر کر کے کہ وہ جہاز سے فرار ہو گیا ہے.... اپنا پینڈ بیگ نکال لے گیا۔ بہر حال اب یہ دیکھنا ہے کہ میرے اس بیان سے جو میں نے کپتان کو دیا ہے اُس پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"مگر یہ مشین کہاں سے نکل پڑی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"بھی اسے بنانے میں میرا ایک دن برباد ہو گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "بہر حال اُسے ظاہر کرنے کا موقع جلد آگیا۔ میں جو رول ادا کر رہا ہوں آخر اُس کا کوئی میکنیکل ثبوت بھی تو ہونا چاہئے۔"

"اور وہ آواز... بھی!" حمید نے پوچھا۔ "وہ تو حقیقت کسی ذی روح کی آواز معلوم ہوتی تھی۔"

"وہ ذی روح ایک الہمرسیدہ چوہا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "جو اس مشین میں بند ہے۔ مشین میں بینی لگاتے ہی اس کی دوچھوٹیوں کے نجی میں دبنتے لگتی ہے اور وہ چینشاہروں کو دیتا ہے۔"

حمدیہ بے اختیار نہیں پڑا۔

"اور اس طرح مرخ کے باشندوں کی آواز ہم تک پہنچتی ہے۔"

فریدی اُسے آنکھ مار کر مسکرا تاہو بولا۔

"آپ نے اپنا سارا پروگرام مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"تم تو بعض اوقات کسی خیر خواہ یوں کی طرح احتساب کرنے لگتے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔ مداری کے جھولے سے ابھی اور کیا کیا لکھتا ہے۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سر بھتھال اس سے مطمئن ہو گیا ہو گا۔" حمید نے کہا۔

"اگر مطمئن نہ ہوا ہو گا تو الجھن میں ضرور پڑ جائے گا۔ اب میری باری آئی ہے۔"

فریدی نے کہا اور سگار سلاکا نے لگا۔

"الجھن میں کیوں پڑ جائے گا۔" حمید نے پوچھا۔

"محض اس لئے کہ اگر میں نے اس کا پینڈ بیگ اڑایا ہوتا تو اس کے متعلق کپتان کو کبھی نہ بتاتا.... اور نہ اسے اتنی لاپرواں سے کیہیں میں ڈال دیتا.... اس نے میرا سامان الٹ پلٹ کر

دیکھا ہے.... کیوں؟" کیا اس نے نہیں کہ میری صحیح شخصیت کے متعلق معلوم کر سکے.... مگر دہاں بیچارے کو کیا تا۔.... مگر تم اب بہت زیادہ محتاط رہتا۔.... تمہاری طرف۔۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ہمارا راز کھل نہ جائے۔"

ابھی وہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ بوڑھا مارٹن انہیں اپنی طرف آتے دکھائی دیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔

"بیلو پر و فیسر....!" بوڑھا مارٹن بولا۔ "اس چوری کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"پچھے سمجھ میں نہیں آتا۔" فریدی نے کہا۔

"کولبیا یونورسٹی کا پر و فیسر غائب ہے۔" مارٹن نے کہا۔

"تمہاں غائب ہے۔" فریدی نے جریت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"صحیح سے غائب ہے اور ایک کشی بھی غائب ہے۔"

"یعنی....؟" فریدی پوچھ کر بولا۔

"کل رات وہ تم سے مرخ و والوں کے اشاروں کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔"

بوڑھا مارٹن آنکھ مار کر بولا۔" کیا یہ ممکن نہیں کہ وہی تمہارا ریڈ یو چرانے کی نیت سے تمہارے کہیں میں داخل ہوا ہو۔"

"لیکن ریڈ یو سیٹ تو محفوظ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ممکن ہے کوئی اور آکلا ہو اور اسے چڑائے بغیر ہی وہ نکل گیا ہو۔"

"مگر تم کہتے ہو کہ ایک کشی بھی غائب ہے۔ ظاہر ہے وہ دن کو تو فرار ہو نہیں سکتا.... اور چور دن میں گھسا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"چور شاہزاد رات ہی کو گھستا۔.... مگر تم نے اس کا موقع نہیں دیا۔" مارٹن بولا۔

"وہ رات کو تمہارے کہیں میں اپنا پینڈ بیک چھوڑ گیا تھا.... اسے توقع تھی کہ تم اس پینڈ بیک کو اُسی وقت کپتان کے پاس لے جاؤ گے اور اسے تمہارے کہیں میں گھسنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا۔ رات بھر وہ تمہارے کہیں ہی میں رکھا رہا۔.... لہذا صحیح جب تم ریسٹوران میں تھے تو وہ تمہارے کہیں میں گھسا لیکن تاکامیاب ہونے پر اپنا پینڈ بیک لے کر نکل گیا۔"

"اوہ....؟" فریدی مارٹن کو تحریر آمیز نظروں سے گھوڑا ہوا بولا۔ "تم واقعی ایک ایسے

جا سوں ثابت ہو سکتے ہو۔"

"ع..... ع..... خل..... خلیل....! " حمید ہکلایا۔

"شٹ آپ....! " فریدی جھنجلا کر چینا۔

مدش۔، تھا شہنے لگا.... حمید کا نچا جڑا بھی اسک متحرک تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہو.... فریدی نے غصہ سے گھور کر اسے دیکھا اور حمید کے جڑے کی حرکت اچانک بند ہو گئی۔ اس نے اپنے دانت بھینچ لئے تھے۔

"بیچارہ ملکار نس.... بھو....! " ارشن بولا۔

حمدید قہر آلوں نظروں سے اسے گھورنے لگا....

"تو وہ میرا سیٹ جانا چاہتا تھا.... میں اس کا سر توڑوں گا۔" فریدی متحیاں بھینچ کر آہستہ سے بڑا بولایا۔

"بہتر یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو۔" بوڑھا مدارش مسکرا کر بولا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے کہا اور سوچنے لگا۔

## رومال کاراز

پھر بقیہ سفر میں کسی حرم کا کوئی ناص واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ جہاز میں کشی اور کولنیاواں پر ویسر کی گمشدگی کی وجہ سے بیجان ضرور رہا۔ حمید کو افسوس تھا کہ سر پنجھاں اس طرح ہاتھ آکر نکل گیا۔ لیکن فریدی کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اسے تو اراسل اس رومال کا راز معلوم کرنے کی لگر تھی جس کی بدولت اتنے قتل ہوئے تھے اور یہ بھر اس کے ذہن نہیں ہو چکا تھا کہ سر پنجھاں بھی اس کے راست سے واقف ہے۔ لہذا اسے اب اس ہستی کی لگر تھی جس نے سر پنجھاں کو رومال حاصل کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ سر پنجھاں کی ڈائری سے یہ بات واضح ہو گئی تھی۔ وہ یہ کام کسی اور کے لئے کر رہا تھا۔ اس کے اچانک غائب ہو جانے سے فریدی پھر اندر ہیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہو گیا.... ابھی تک اس کی کچھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ آئندہ وہ کیا کرے گا، رومال اب بھی اس کے پاس تھا لیکن بیکار.... بھلا اس رومال سے وہ کیا حاصل کر سکتا تھا.... ایک

معمولی سارہ مال اور بس..... لیکن اسے ایک امید تھی وہ یہ کہ مصر کا محلہ سراغ سر نی اس مسئلے پر روشنی ضرور ڈال سکے گا۔

قابوہ پہنچ کر وہ ایک ہوٹل میں بُھرے۔ فریدی محسوس کر رہا تھا کہ ان کا تعاقب کیا جائے ہے.... اب اس کی سمجھ میں آیا کہ سرپتھمال غائب کیوں ہو گیا تھا اور پھر اسے اپنا یہ خیال بدلتا پڑا کہ وہ ان کے متعلق غلط فہمی میں بُھتا ہو گیا تھا۔ لیکن رومال کا مسئلہ ابھی تک ابھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ اگر سرپتھمال کو اپنی غلطی کا علم ہو گیا ہے تو وہ ضرور حملہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی صورت میں انہیں کافی حفاظت رہنے کی ضرورت ہے اور وہ رومال.... اس رومال کی حفاظت بھی ضروری تھی۔ فریدی اسے ہر وقت اپنے ساتھ ہی رکھتا تھا۔

ایک دن انہوں نے آرام کیا اور پھر دوسرے دن سے فریدی نے اپنی تفتیش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ ایک مصری کے بھیس میں ہوٹل سے تھا نکل جاتا اور پھر کافی رات گئے واپس آتا۔ اس دوران میں حمید کرے میں پڑے پڑے یا تو کتابیں پڑھتا یا پھر کارٹون بتاتا رہتا۔

ایک رات جب فریدی واپس آیا تو پھرے سے یہ نئے تم کا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں وعی پر انی چمک خود کر آئی تھی جو اکثر کسی ناقابلِ حل مسئلے کے آسان ہو جانے پر پیدا ہوا کرتی تھی وہ آتے ہی پچھ پر گر پڑا۔

"حمدید....!" وہ آہستہ سے بولا۔ " دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے ان پر سیاہ پردے کھینچ دو۔"

"خیر ہے....!" حمید چمک کر بولا۔

"جلدی کرو۔"

حمدید نے دروازے اور کھڑکیاں بند کرے سیاہ پردے کھینچ دیے۔

"بکس سے بیٹھ نکلو۔"

حمدید نے قیصل کی۔ فریدی نے بیٹھ کا پلگ سوچ بورڈ میں لگادیا۔

"میا چائے بنائے گا۔" حمید نے مکرا کر کہا۔ "کیوں نہ میں بیٹھ کر نیچے سے چائے منگوں لوں۔"

"بکومت....!" فریدی نے کہا۔ "قریب آؤ....!"

فریدی نے جیب سے حینہ والا رومال نکالا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھ سے

آدھے بائست کی اوچائی پر تان دیا۔

اور حمید کے دیکھتے ہی دیکھتے رومال کی سفید سٹپ پر سیاہ رنگ کی لکیریں ابھرنے لگیں۔

”اُرے یہ کیا...!“ سید اچھل کر بولا۔

”چیخو نہیں.... آہتہ بولو۔“ فریدی نے کہا۔

حید سوالیہ نگاہوں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”بر خور دار یہ طریقہ اتفاقیہ دریافت ہو گیا۔“

”لکن ہے کیا بلا۔“

”کوئی نقش.... کسی خاص جگہ کا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”پھر....!“

”ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ فریدی نے رومال پر ابھری ہوئی تین لکیروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”یہ کتنے کاسروں کیجھ رہے ہو۔“

حید جھک کر دیکھنے لگا.... ایک لکھ کا سر جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ ایک کٹا جو آسمان کی طرف سراخائے بھوک رہا تھا۔ پھر اس کے پیغمبہ ایک نقش تھا.... اور ایک جگہ جگہ ۹۷۵ ”ہند سے لکھے ہوئے تھے۔ حید نے پھر استھنامیہ نظروں سے فریدی کی ملحفہ دیکھا۔ فریدی نے رومال کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ بیشہ ہٹادیا گیا۔ ”کچھ سمجھ میں آیا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ حید نے کہا۔ ”لکن آپ کو یہ تیر کیسے سوچ گئی۔“

”اتفاقاً یہ راز معلوم ہو گیا۔ آج شام کو تمکن کر ایک پارک کے دریان گوشے میں بیٹھ گیا تھا۔ یہ رومال میرے زانوں پر پھیلا تھا.... اور ہاتھ میں سگار تھا.... شاید سگار کا جلا ہوا حصہ رومال کی سطح سے قریب تھا.... دفعتاً میری نظر رومال پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ سیاہ لکیریں ابھر آئی ہیں۔ پہلے تو مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر سارا معاملہ سمجھ میں آگیا۔ میں نے کئی جگہ سگار کے جلتے ہوئے حصے سے اسی طرح لکیریں ابھاریں اور پھر رومال کو جیب میں رکھ کر سید حافظہ ہی چلا آیا۔ اور اب دوسرا بوجہ دیکھنا چاہتے ہو؟“

فریدی نے حید کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے رومال جیب سے نکالا اور حید کے سامنے پھیلا دیا۔

”اے وہ نقش کہاں گیا۔“ حمید حیرت سے بولا۔

”غائب ہو گیا۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”جب تک رومال گرم رہتا ہے لیکن دھمکی دیتی ہیں اور خنثدا ہوتے ہی غائب ہو جاتی ہیں.... میرے خیال میں یہ علی فضیل ہی کی جدت معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”یہ نقش اسی نے تیار کیا تھا اور شانکہ اسی کی وجہ سے اس کی جان بھی گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”یعنی آپ کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت جو لوگ رومال میں دلچسپی لے رہے ہیں وہی علی فضیل کے بھی قاتل ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”قطعی حالات سیکھی کرئے ہیں۔“

”کیسے حالات....!“ حمید نے پوچھا۔

”چھوڑو بھی.... ابھی میں نے کھانا نہیں کھایا۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ سپاہ پر دے اب ہٹا دو.... ہم لوگ اس وقت یہیں کمرے میں کھانا کھائیں گے۔“ فریدی نے ٹلی فون پر ہیڈ ویفر کو کمرے ہی میں کھانا بھجوانے کا آرڈر دیا۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر اوپنچھنے لگا۔ حمید کا اضطراب لختہ پر لختہ بڑھتا چارہ تھا۔ لیکن اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ فریدی کھانے سے پہلے ایک لفظ بھی نہ بتائے گا۔ یہ اس کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ جوزبان سے کہتا اسی پر اڑ جاتا۔

کھانے کے دوران میں فریدی بالکل خاموش رہا۔ حمید نے کئی بار گھنکو چھینٹنے کی کوشش کی لیکن فریدی صاف نہیں ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آخر حمید نے بھی ٹھیک کر لیا کہ اب وہ اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہ پوچھے گا۔

کھانا کھا پکنے کے بعد فریدی نے سگار سلاکیا اور کمرے میں ٹھیٹنے لگا۔ حمید سونے کی تیاری کرنے لگا۔ فریدی نے پلٹ کر دیکھا۔ حمید شب خوابی کا لباس پہن رہا تھا۔ فریدی کے ہوتنوں پر شرارۃ آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”اور کیا یہ تجھ بخوبیات نہیں کہ علی فضیل کتے کے سر کے قریب قتل کر دیا گیا۔“ فریدی آہستہ سے بڑھ لیا۔

"میا...؟" حمید بے سانتہ بولا۔ "کتے کے سر کے قریب۔" لیکن پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا.... لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فریدی نے اسے دوبارہ دچھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ "ہاں.... میں نے علی فضیل کے قتل کے متعلق ساری تفصیلات معلوم کرنی ہیں.... وہ ایک ایسے علاقہ میں قتل کیا گیا تھا جو بدر و حوش کا مسکن بتایا جاتا ہے۔ وہ یہاں سے اخخارہ میل کی دوری پر سمندر کے کنارے کا علاقہ ہے اور اس علاقے کا نام ہے 'کلب الشیاطین'، یعنی شیطانوں کا کتار۔" "حمدی بولا۔" اسی بناء پر آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کتے کے سر کے قریب قتل کیا گیا تھا۔

"نہیں.... یہ بات نہیں۔ وہاں کچھ ایک کتے کا سر موجود ہے۔" فریدی نے کہا۔ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔" حمید نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

"بہت اچھے۔" فریدی نہیں کر بولا۔ "بند ا تمہاری موجودگی میں مجھے اس کا احساس نہیں ہوتا کہ میں غیر شادی شدہ ہوں.... آخر تمہاری ادا کیسی اتنی یادویات کیوں ہیں۔"

"چھوڑیے بھی۔" حمید اتنا کر بولا۔ "میں نہ اس کے موذ میں نہیں ہوں۔"

"خیر.... خیر.... تو میں کیا کہہ رہا تھا.... ہاں.... وہ کتے کا سر....!"

"نہیں تمہارا سر....!" بیچھے سے آواز آئی.... فریدی چونکہ کر پلتا۔ دروازے میں سر پھال اپنی اصلی خل میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ فریدی اور حمید کی طرف تھا۔

"حسینہ والا رومال نکالو۔" اس نے آہتہ سے کہا۔ فریدی خاموش رہا۔

"میں نہیں چاہتا کہ ہوٹل میں پستول کا دھماکہ گونجے۔" سر پھال نے آگے بڑھتے ہوئے آہتہ سے کہا۔ "اگر تم نے اسی پر مجبور کیا تو۔"

"آؤ بھجو!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اتھی بھی کیا عجلت.... تمہارے لئے وہ سکی منگاؤں یا مارٹنی۔"

"بکومت.... جلدی کرو۔"

"مگر تم مر گئے تھے۔" حمید نے کہا۔

"تمہاری ہی وجہ سے مرنا بھی پڑا تھا.... لیکن شام کا ب کی تمہارا نہ ہی باری ہے۔" سر پھال نے کہا۔ "رومال نکالو۔"

"تو واقعی اس وقت تمہارا موڈ بہت خراب ہے۔" فریدی نے کہا۔

”کیا جہا سے ملتے کارادہ نہیں۔“

”جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی اسی کے پاس پہنچا دیا جائے۔“ سر بھحال داتت چیز کربولا۔ فریدی نے جیب سے رومال نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا... سر بھحال رومال اٹھانے کے لئے جھکا عی تھا کہ فریدی اس پر ٹوٹ پڑا۔ پتوں اچھل کر دور جا گرا... حمید نے بڑھ کر پتوں اٹھایا... لیکن وہ ابھی سنھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس پر نہ جانے کدھر سے دو آدمی ٹوٹ پڑے... اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں آہستہ آہستہ تار کی پھیل رہی ہو... اور پھر ایک لامتناہی اندر چیرا۔ حمید نہ جانے کب تک بیویو ش رہا... اور پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ قریب ہی فریدی ریشم کی ڈوری سے جکڑا چڑا ہے۔

”حمد تھیں ہوش تو آیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”ہم کہاں ہیں۔“ حمید گھبرا کر بولا۔

”جہاں تھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”گھبرا نہیں سب خیر ہے... بس ذرا انٹھ کر مجھے کھول دو... سر بھحال کے ہاتھوں یہ تیسری چوت ہے۔ اس کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے... خیر دیکھا جائے گا۔“

حمید نے انٹھ کر اسے رسیوں کے چیزوں خیں سے آزاد کیا۔

”رومی...؟“ حمید نے پوچھا۔

”وہ لوگ لے گئے۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا۔

”پھر اب کیا ہو گا۔“

”کچھ نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ اس نقشے کو میرے ذہن سے نہیں منا سکتے۔“

”غمزہ ڈلت...!“

”اوہ...“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”مارنے والے بھی پٹ بھی جاتے ہیں... کون جانے کل ہم اسے صاف ہی کر دیں۔ خیر ہاں تو میں تمہیں کتنے کے سر کے مخلوق تارہ تھا... ساصل سے تقریباً تین فرلاگ کے فاصلے پر سمندر میں کچھ چٹانیں ابھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بالکل کتنے کے سر سے مشابہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دیو پکر کر سمندر کی سطح پر آسمان کی طرف منت اٹھائے بھوک رہا ہو... اسی لئے وہ ساحلی علاقہ کلب الشیاطین کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم

زنانے سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ وہ چنانیں غبیث رہوں کا مسکن ہے.... یہ اطلاعات مجھے بیہاں کے محلہ سراغِ رسانی سے ملی ہیں.... بہاں تو اس علاقے میں ماہی گیروں کا ایک گاؤں آباد ہے.... بہاں کے باشندے آئے دن طرح طرح کی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اکثر اس پتھریلے کتے کے منہ سے بجوت نکل کر ساحل پر نہلا کرتے ہیں.... کبھی کبھی اس کتے کے منہ سے گرم ہوا کے جھوٹکے نکلتے ہیں، جو اکثر اتنے تیز ہوتے ہیں کہ ان کی زد میں آئی ہوئی کوئی چیز بھی سوکھے پتے کی طرح اڑتی چلی جاتی ہے.... یہ بھی ساجاتا ہے کہ پچھلے سال اسی کتے کے منہ سے اتنی شدید آندھی چلی تھی کہ پورا گاؤں بباہ ہو گیا تھا۔ اکثر لوگ اب بھی اسے موت کی آندھی کے نام سے یاد کرتے ہیں.... علی فضیل کا قتل اسی علاقے میں ہوا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ کسی نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چیر ڈالی تھیں.... اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اس دوران میں دوسری جنگ عظیم کے کچھ نکلست خوردہ جرمنوں کی علاش میں تھا....“

”واقعی اس بار بڑے عجیب و غریب واقعات پیش آرہے ہیں۔“

”نہیں.... یہ محض اطلاعات ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن کل ہم اذھر چلیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ میرا شاہکار کیس ہو گا۔“ فریدی خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔

”اچھا بیہاں کے محلہ سراغِ رسانی والوں کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”کچھ نہیں وہ اسے محض ضعیف الاعتقادی قرار دیتے ہیں.... پچھلے سال والی آندھی کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ سائیکلوں تھا.... اور اس قسم کے چھوٹے موٹے واقعات کو بھی وہ بلکہ قسم کے سائیکلوں ہی سے تعبیر کرتے ہیں۔“

”اور علی فضیل کی موت....؟“ حید نے پوچھا۔

”اس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ کسی درندے کا خکار ہو گیا۔“

”میرا خیال ہے کہ ہاتھی کے علاوہ کوئی جانور اس طرح ناٹکیں نہیں چڑھ سکتا۔“ حید نے کہا۔ ”تو پھر بہاں ہاتھی کے بیرون کے نشانات ضرور پائے گئے ہوں گے۔“

فریدی پہنچا۔

”نہیں ہاتھی کے بیرون کے نشانات نہیں پائے گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر اس کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کسی درندے کی حرکت تھی۔“

”کوئی ثبوت نہیں۔“

”پھر....!“

”اُرے بھی اس کے علاوہ وہ اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی انسان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔“

”عجیب و غریب مغلک ہے۔“ حمید نے کہا۔

”علی فضیل یہاں کا بہترین دماغ تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن آخر سر بتحال اس میں کیوں دچکی لے رہا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”یہی تو دیکھنا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ سر بتحال بھی آدھا جرم ہے

اور علی فضیل کچھ بھاگے ہوئے جرمنوں کا پتہ لگا رہا تھا۔“

”بہر حال یہاں تک تو کچھ کڑیاں ملتی ہیں۔ لیکن انہیں ملانا پڑے گا۔ اس ایک روڈال کے لئے

اتنے قتل ہو گئے.... آخر.... کیوں....؟ اس روڈال میں کلب اشیاطین کا پوشیدہ نقشہ ہوا کیا

معنی رکھتا ہے۔“

فریدی کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ حمید بھی خاموش ہو گیا۔

”کیوں نہ ہم اس وقت کے خادٹے کی اطلاع ہوئیں کے خبر کو دے دیں۔“ حمید نے کہا۔

”اسی حرکت بھی نہ کرنا.... نہیں تو بڑی پریشانی میں جلا ہو جائیں گے اور جس کام کے

لئے آئے ہیں وہ وحراہی رہ جائے گا۔“

”کیوں....!“

”اُرے میاں.... اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھتے۔ اس کی اطلاع پولیس میں ہو گی اور پھر

اس کا جواب نجماں ہو گا اسے بتانے کی ضرورت نہیں.... خواہ تجوہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔“

”بہر حال ہمیں اپنی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“ حمید نے کہا۔

”اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم جہاں بھی رہیں ہو شیار رہیں۔“ فریدی بولا۔

”ہم کہیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”سر بتحال ہمیں نہایت آسانی سے قتل

کر سکتا ہے۔“

”لیکن یہ نہ بھولو کہ وہ خود بھی اب معاملات کو طول نہیں دینا چاہتا۔ ورنہ اسی وقت وہ ہمیں

محکانے لگا دیتا۔ ”

”میرا خیال ہے کہ اس وقت اس نے ہنگے کے خیال سے ایسا نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ پتوں کی آواز سے لوگ اکٹھا ہو جاتے اور انہیں یہاں سے نکل جانے میں دشواری ہوتی۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم قطعی اس کے قابو میں تھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر وہ چاہتا تو ہمارا گلا گھونٹ کر نہایت آسانی سے ہمیں خندنا کر دیا اور کسی کو کافیوں کا ان خبر بھی نہ ہوتی۔“

## کلب الشیاطین

دوسرے دن فریدی اور حمید مختصر سلامان کے ساتھ کلب الشیاطین کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے... وہ دونوں مصر کے شہری باشندوں کے بھیس میں تھے۔ حمید کو پھر گونا گونا پڑا کیونکہ وہ مصری زبان سے قطعی ناولد تھا۔ خود فریدی کو بھی یہاں کی زبان بولنے میں تحفظی بہت دقت ضرور ہوتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ الفاظ کا تلفظ تھا۔ یہاں کی زبان عربی ضرور تھی لیکن فرانس اور اطالیہ کے قرب نے اُسے خاص عربی نہیں رہنے دیا تھا... اور الفاظ کے تلفظ پر بھی اطالووی اور فرانسیسی نے گہرا اثر ڈالا تھا۔ لہذا یہاں فریدی کو چکانا پڑا۔

ساحل سے دو میل اور ہر ہی کلباس کا قصبہ تھا۔ غالباً بھی اس کا نام کلب الشیاطین ہی رہا ہو گا۔ لیکن بعد کی نسلوں نے ازرا و ادنیش مندی اس کے مخفف ہی پر قاعده کی اور اسے کلباس کہنے لگے.... فریدی اور چپڈا ایک سرائے میں اترے.... سرائے کے مالک نے اس کا نام پوچھا اور وہ ہکلانے لگا۔ آخر سرائے کے مالک نے اس کی طرف کاغذ اور پنسل بڑھا دیا۔ فریدی نے اپنا نام ”جیل“ لکھا اور حمید کا ”سیل“ ”گمل“ ”سمبل“ سرائے کا مالک سر ہلا کر بولا۔ اُنہیں ایک کوٹھری مل گئی۔

”دیکھا تم نے مشرق اور مغرب کے ناجائز تعلق کا نتیجہ...!“ فریدی نے حمید سے کہا۔ ”یہ لوگ جیل کو گمل بولنے لگے ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ جنت کو گھنٹ اور جہنم کو گھنٹ کہتے ہوں گے۔“ حمید نہس کر بولا۔ ”کیوں نہ ہم لوگ ایک نظر اس چٹاں کو دیکھ آئیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور کام تورات سے

شروع کریں گے۔"

"کام سے کیا مطلب ہے آپ کا۔" حمید نے چوک کر پوچھا۔  
"اس چنان کے اندر جانیکار استھاناں کرنا۔" فریدی نے کہا۔ "وہ تنشہ اُسی سے متعلق تھا۔" اور پھر دونوں ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنکاب آہستہ آہستہ ان کے سروں پر آ رہا تھا۔ سمندر کے پانی کی بساند فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ علاقہ سر بز و شاداب تھا۔۔۔ ریت کے تو دوں کے درمیان بے شمار چھوٹی چھوٹی ہری بھری جھجڑیاں تھیں اور ان کا سلسلہ ڈھلوان زمین تک جہاں سمندر کی لمبی سکراتی تھیں چلا گیا تھا۔۔۔ دور سمندر میں ابھری ہوئی چنانوں کے کئی سلسلے تھے۔۔۔ اور پھر انہیں کلب افیاٹین نظر آگیا۔۔۔ قدرت کی ناشی کا یہ نمونہ بالکل کسی آدمی کا کارنامہ معلوم ہوتا تھا۔ یہاں کے باشندوں کا خیال تھا کہ وہ قدرتی ہے۔ "وہ کتنے کا عظیم الشان سر کسی آدمی کی کارگیری نہیں بلکہ دست قدرت کا کرشمہ ہے۔" میں یہ نہیں مان سکتا کہ یہ قدرتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"ہو یانہ ہو ہمیں اس سے غرض نہیں۔ اس سوال کو کسی ماہر آثار قدیمہ کے لئے چھوڑ دو۔" فریدی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ابوالبول ہی کی طرح کسی آدمی کا کارنامہ ہو۔۔۔ ممکن ہے اب سے ہزار سال قبل یہاں سمندرست رہا ہو۔۔۔ لیکن ہمیں اس سے غرض نہیں۔۔۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ اس کے اندر ہے کیا۔"

حمد خاموش ہو گیا۔ وہ غور سے چنان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اُسے ایسا محسوس ہوا نہ کہا جیسے وہ پتھر یا اور دیو یا پیکر کا منہ چھاڑے ہوئے ان کی طرف آ رہا ہے۔ حمید گمراہ کر پہنچنے لگا۔

"اُرے۔۔۔ وہ ادھر آ رہا ہے۔۔۔؟"

فریدی نے قہرہ لگایا۔ "اصنعت ہو۔۔۔ چاروں طرف پھیلا ہوا سمندر دیکھ کر تمہیں پھر آگیا ہے۔"

یہ کہا کیے۔۔۔ شروع جھونکا ان کے جسم سے ٹکرایا اور وہ لہ لہ کھڑا کر پہنچنے لگے۔۔۔ یہ اس سے اٹھا ہے۔" حمید چیخا۔

"ہا۔۔۔ میں نے بھی محسوس کیا ہے۔۔۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ممکن ہے اس

چنان میں چونے کی کان ہو اور سمندر کا پانی و قافو قیاس کے اندر جا کر اسے کھوا دیتا ہو۔ ”

”اور آپ اس کھولتی ہوئی چنان کے اندر مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”خیر مرنا تو ہم دونوں کو ساتھ ہی ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں بھی کوئی کام اور حورا

چھوڑنے کا عادی نہیں۔“

حمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کو اس کے ارادے سے باز رکھنا تما ممکن ہے۔

”میرا خیال ہے کہ یہ ماہی گیروں کی کشتیاں ہیں۔“ فریدی کچھ دور بیت پر اونٹ گی پڑی ہوئی

چند کشتیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”آج رات ان میں سے ایک ہماری بعد کرے گی۔“

پھر وہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ آنے سے قبل فریدی کچھ دیر کنارے پر کھڑا چنانوں کے

سلسلے تک پہنچنے کے امکانات پر غور کرتا رہا۔ سرانے واپس آکر کھانے کے بعد وہ ضروری

انتظامات میں مشغول ہو گیا۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف بچک رہا تھا۔ سرانے کے باور پیچی خانے سے بونے

کے تسلی میں تلی جانے والی چھٹلی کی خوشنگوار اور اشتها اگلیز خوشبو اٹھ کر فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔

صحن میں دو چار میلے کیلے بنے اچھل اچھل کر کوئی دیہاتی گیت گار ہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک

خارش زدہ کتا پڑا اونچا رہا تھا۔ سرانے کا مالک ایک چوکی پر برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے

آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا، بھی بھی وہ ایک آنکھ کھول کر شور چاٹتے ہوئے پچوں کی طرف لاپرواںی

سے دیکھتا اور پھر اوکھنے لگتا۔ اس کی بیوی جو اس کے مقابلے میں کافی کمسن تھی اور بار بار باور پی

خانے کی کھڑکی میں آکر اٹھیوں سے اپنے بالوں میں لکھی کرتی اور بھی بھی شور چاٹتے ہوئے

پچوں میں سے کسی ایک کاتام لے کر پکارتی اور اسے گھونساد کھاتی ہوئی پھر لوٹ جاتی۔ حمید کا ذہن

اس میں دلکشی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر محض اس نے اس سے نفرت کرنے پر مجبور تھا

کہ وہ اس کی زبان نہیں سمجھ رہا تھا۔۔۔ ایک بار اس نے طوعاً و کرہاً اسے آنکھ بھی باری لیکن اس کا

کوئی رد عمل نہ دیکھ کر اسے اس سے اور زیادہ نفرت ہو گئی۔۔۔ وہ مسکرائی نہ شرمائی اور نہ غصے ہی کا

انطباق کیا۔۔۔ کویا حمید نے اسے آنکھ مارنے کے بجائے اپنی ٹاک کھجلائی تھی۔ آخر وہ اتنا کر اپنی

کھڑکی سے ہٹ گیا۔۔۔

”آخر مایوسی کامنہ دیکھنا پڑا۔۔۔!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

"کسی بایو سی...!" حمید نے انجمن بن کر پوچھا۔  
 "یہ آئینہ دیکھ رہے ہو۔" فریدی نے دیوار پر لکھے ہوئے آئینے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 "تمہارا چہرہ اس میں صاف دکھائی دے رہا تھا۔"  
 "اوہ تو آپ بھی اُسی کے چکر میں تھے۔" حمید خس کر بولا۔ "اُسی لئے میں نے ہاتھ جو  
 سیٹ لئے۔"

"میرے پچھے میں یہاں عیاشی کے لئے نہیں آیا۔" فریدی نے کہا اور سیاہ رنگ کی ریشی  
 چادریں تہہ کر کے ایک طرف ڈال دیں۔  
 حمید جلا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔.... وہ سوچ رہا تھا کہ زندگی میں ایک بار سمندر پار آنے کا  
 موقع ملا ہے تو پابندیوں کے ساتھ... یہ بھی کوئی زندگی ہے۔  
 آٹھ بجے رات تک فریدی بالکل تیار ہو گیا۔ کھانا ختم کر کچنے کے بعد وہ ضروری سامان لے  
 کر سڑائے سے روانہ ہو گئے۔ فریدی نے سڑائے والے کو اتنی رقم پیٹھی دے دی تھی کہ اُسے اس  
 کی کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے فریدی کو اٹھیتیان دلایا تھا کہ وہ رات کو جس  
 وقت بھی آئے گا سڑائے کا پھانک کھول دیا جائے گا۔

رات تاریک تھی۔ خلاف توقع مطلع ابر آکوڈ ہو جانے کی وجہ سے ستاروں کی روشنی بھی  
 نہیں تھی۔ پچھے دور چل کر انہوں نے احتیاط سیاہ رنگ کی چادریں اوڑھ لیں۔  
 "۱۹۷۵ کا مسئلہ کسی طرح حل نہیں ہوتا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" حمید نے کہا۔  
 "یا تمہیں یاد نہیں کہ یہ عدد و مال والے نقشے میں تھا۔" فریدی نے کہا۔  
 "تو کیا بقیہ نقش آپ کی سمجھ میں آگیا ہے۔" حمید نے کہا۔  
 "قریب قریب...!"

دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ کھنی جھلاؤں سے پچھے تیز تیز قدم اخھاتے ساحل کی طرف  
 جا رہے تھے۔ حمید بالکل خالی اللہ ہن تھا۔ بس وہ چل رہا تھا۔ اسے کیا کرنا ہو گا اس سے قطعی بے خبر  
 تھا۔ خود فریدی کی بھی سیکھی حالت تھی۔ اس کے ہن میں صرف ایک چیز تھی وہ یہ کہ انہیں ایک  
 کششی حاصل کر کے چھانوں کے سلسلے تک پہنچا ہے۔

اس وقت کے کار سار تاریکی میں اور زیادہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ حمید کے جسم کے رو تکھیے کھڑے ہو گئے۔ اس چنان کے گروہ پیش کی فضائیہ اسرار اور ڈراؤنی تھی۔ چاروں طرف لامتناہی سنانا تھا۔ بھی بھی کسی آپی جانور کی آواز سکوت کو چیرتی دور تک لمبائی پڑی جاتی۔ فریدی نے حمید کے جسم کی سکپکاپہٹ محسوس کر لی۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ اس نے آہتہ سے کہا۔

”مگر پچھے نہیں..... میں سوچ.... رہا تھا۔“ حمید ہکلایا۔

لیکن پھر سوچے لگا کہ کیا کہے دھنٹا اسے سر پتھال یاد آکیا اور وہ بولا۔ ”ایک بات سمجھے میں نہیں آتی کہ سر پتھال نے خود کو ظاہر کیوں کر دیا۔ وہ فضیل کی نکل میں بھی ہوش میں آسکتا تھا۔“ ”محض ہمیں ڈرانے کے لئے، وہ سمجھا تھا کہ ہم اسے بھوت سمجھ کر غش کھا جائیں گے۔“

فریدی نے کہا۔ ”لیکن تم نے یہ بات خواہ خواہ چیزیں ہے..... کیوں کیا ذرگ رہا ہے۔“

”ڈر..... لا خول والا قوتہ.....!“ حمید اکڑ کر بولا۔ ”لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے من سے چیخ نکل گئی۔ فریدی بھی چونک کر پہچھے ہٹا۔ سامنے پتھر میلے کتے کے پھیلے ہوئے جزوں سے ہرے رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔ پچھے دھوان بھی تھا۔ پھر زندانے کی آواز آتی اور کوئی چیز جو کافی طویل و عریض تھی کتے کے من سے نکل کر فضائیں تیرتی ہوئی ساحل کی طرف آتی دکھائی دی۔“

”بھاگو.....!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”دونوں نے پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا اور پھر انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ان کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ فریدی نے پلت کر دیکھا۔ ایک لمبا ترین آدمی جس کی اوچائی دس گیارہ فٹ سے کم نہ رہی ہو گی۔ ان کی طرف بڑھتا پڑا آرہا تھا۔ فریدی نے ریو اور نکال کر فائز کیا۔ گولی اُس کے جسم سے ٹکرائی اور ایسا جھنکا پیدا ہوا جیسے نہس لو ہے پر پتھر گرا ہو۔ وہاب بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

”حمد جھاڑیوں میں.....!“ فریدی نے کہا۔ اور وہ جھاڑیوں میں گھس گئے۔

”چادر اوزھ لوجلدی کرو..... لیٹ جاؤ..... چادر تان لو..... وہ آگیا۔“ دونوں نے لیٹ کر سیاہ چادریں تان لیں۔ آسمان سکھل گیا تھا۔ ستاروں کی چھاؤں میں فریدی نے دیکھا وہ غیر معمولی اوچائی والا آدمی ان کے قریب ساکت و سامت کھڑا تھا۔ فریدی نے چادر سے چادر سے نکلنے کی بھی ہمت نہ کی۔ وہ اپنی گولی کا انجام دیکھ چکا تھا۔ کئی منت گز رہ گئے۔ وہ اُسی جگہ بے حس و

حرکت کھڑا تھا۔ کیا وہ کوئی آدمی تھا؟ فریدی کے ذہن میں سوال پیدا ہوا؟ لیکن کوئی آدمی نہ تو اتنا لمبا ہو سکتا ہے اور نہ فضائیں لڑ سکتا ہے.... پھر.... کیا وہ کوئی مافق القصرت ہستی تھی....؟ نہیں یہ بھی غلط ہے....؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس طرح خاموش کیوں کھڑا رہتا۔ کیا ایک سیاہ چادر اور رات کی تار کی انجین اس کی نظر وہ سے چھپا سکتی ہے؟ پھر.... آخر وہ کیا تھا....؟ آدمیوں پر کی طرح اس کی دوڑا نکلیں تھیں۔ جن سے وہ ان کے پیچے دوڑا تھا.... دوہما تھے اور شانوں پر سر.... فریدی نے چادر سے سر نکالا اور اس عجیب المقت تھی کہ اس نے ایک قدم بڑھایا۔ فریدی نے جلدی سے منہ اوڑھ لیا.... اس کا وہ پیر اٹھا ہی رہ گیا۔ اب وہ ایک پیر اٹھائے ہے جس وہ حرکت کھڑا تھا.... فریدی نے آہستہ سے سینی بجا لی.... لیکن اس کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی حالت میں کھڑا رہا۔

”دیکھو....! خبردار! تمہارے جسم کا کوئی حصہ چادر کے باہر نہ لٹکنے پائے۔“ فریدی نے کہا۔  
میڈ کی کھلکھلی بندہ گئی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن وہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے چادر کے کونے چاروں طرف سے اپنے جسم کے نیچے دبائے.... وفا ہوا کہ ایک زور دار جھوٹکا آیا۔....  
”ہوشیار رہتا.... چادر لٹکنے نہ پائے۔“ فریدی نے پھر کہا ”ورتہ ہمارا بھی وہی حشر ہو گا جو علی قصیل کا ہوا تھا۔“

ہوا کے جھوٹ لمحہ بہ لو تیز ہوتے جا رہے تھے۔ فریدی برا بر کہے جا رہا تھا۔ ”چادر کو مضبوطی سے دبائے رکھو۔“

”وہ لمبا تر نہ کا آدمی اپنی ایک ناگ اٹھائے ہوئے اب تک اسی طرح کھڑا تھا.... تھوڑی دیر بعد ہوا کے جھوٹکے ختم ہو گئے۔ اس نے جست لگائی اور فضائیں تیرتا ہوا سمندر کی طرف واپس چلا گیا۔

”چپ چاپ لیٹئے رہو۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”چادر بٹنے نہ پائے۔“  
اور پھر کچھ دیر بعد قریب کے ٹیلوں کے درمیان نارچ کی روشنی نظر آئی اور ایک چہرا ابھرنا۔ یہ سر بھحال تھا۔ وہ نیلے کی اوٹ سے سر نکالے نارچ کی روشنی اور ہر اور ہر ڈال رہا تھا۔  
”یہ اب زندگہ نہ چھوڑے گا.... کاش میراثانہ خطا نہ کرے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا اور ریو الور نکال کر قاتر کر دیا۔ گولی تھیک نشانہ پر گلی اور سر بھحال جی نہ مار کر اٹ گیا۔

"اب نکل چلو....!" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا... دو نوں پوری قوت سے قبے کی طرف بھاگ رہے تھے... ایک جگہ حمید نے خموکر کھائی اور گرپڑا... فریدی نے رک کر اسے اٹھایا... لیکن شاید حمید کے پیر کی پڑی نوث گئی تھی۔ فریدی نے اسے کامنے سے پرلا دا اور پھر دوڑنا شروع کر دیا... قبے میں داخل ہوتے ہوتے اپاںک آندھی آگئی... آندھی تھی یا قیامت... جھونپڑوں کی چھیس اڑنے لگیں... کمزور دیواریں گرنے لگیں... ہر طرف شور قیامت ہرپا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی تھی۔ کتنی جگہ آگ لگ گئی... نہ جانے کتنے ہی آدمی گرتی ہوئی دیواروں کے نیچے دبے جیخ رہے تھے۔ آندھی تھی کہ لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بھی اب اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے گا... وہ قبے سے نکل کر پھر جنگل کی طرف بھاگا... کتنی درخت جگ سے اکٹھ گئے تھے... اس نے اس طرف آکر غلطی کی تھی۔ دہاں سے وہ اس نے بھاگا تھا کہ کہیں مکان کی دیوار نہ آرہے۔ لیکن یہاں درختوں کے نیچے دب کر مر جانے کا نظرہ تھا... پھر بھی شاند قدرت اس پر مہربان تھی۔ جیسے ہی اس نے راستہ دیکھنے کے لئے نارج جلانی اسے ایک غار کھائی دے گیا۔ دوسرے لمحے میں وہ حمید سیت غار کے اندر تھا۔ حمید تکلیف کی وجہ سے بیہوش ہو گیا تھا... فریدی نے اسے ایک طرف لادیا۔ شور ہو رہا تھا آندھی آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی پھر لوٹ کر حمید کے قریب آیا... اور جھک کر اس کی نالگینی دیکھنے لگا... پہ دیکھ کر اسےطمینان ہوا کہ پڑی نوثی نہیں بلکہ پیر میں موج آگئی ہے۔ اس کے دامنے پنجے میں خاصا درم تھا... خود اس نے اس کا جو تاتا اور تھوڑی دیر ماش کرنے کے بعد پیر میں رومال پاندھ دیا۔ حمید ابھی تک بیہوش تھا... فریدی پھر غار کے دہانے کے قریب آیا۔ آندھی تھم گئی تھی۔ لیکن قبے کا شور بدستور قائم تھا۔

## خطرناک تجربہ

دوسرے دن دوپہر کو قبے میں سر کاری مدد پہنچ گئی اور فریدی حمید کو لے کر پھر شہر واپس آیا۔ انبالات میں کلیاں کی اس ٹریپلڈی کی خبر شائع ہوئی تھی۔ میں آدمی ہلاک اور پھر زخمی... اخمارہ پنٹ مکان منہدم ہو گئے تھے اور جھونپڑا تو ایک بھی نفع سکا تھا۔ اس بار بھی

موسیات کے ماہرین نے اُسے سائکلوں ہی قرار دیا۔ البتہ تصمیکے لوگ اسے کلب اشیاطین کی برہنی سے تعبیر کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس میں لئے ہالی خبیث رومنس دہان قبیلے کی بجائے ویران چاہتی ہیں۔

جمید کا ہجر مختصر ہی طبقہ امداد سے ٹھیک ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی وہ درد کی وجہ سے نقل و حرکت سے محروم تھا۔ اس رات کی خوفناک یاد اب تک بھی اس کے ذہن پر مسلط تھی۔ وہ زیادہ تر خاموش رہنے لگا تھا۔ اس کے برخلاف فریدی کی حالت میں کوئی تجدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح سوچتا، بنتا، مسکراتا اور بات بات پر جمید کا مختصر اذاتار ہتا تھا۔ لیکن اس دوران میں وہ کوئی کام کر تاہم تھا۔ جمید اسے اس کی حماقت اور خلل دماغی پر محمول کرنے کے علاوہ کوئی اور صفت نہیں پہنچا سکا۔ فریدی نے کپڑے کے دو قبہ آدم مجسے تیار کئے تھے۔ ایک پر اس نے سیاہ ریشمی چادر کا غلاف پڑھا دیا اور دوسرے کو یونگی رہنے دیا۔ لیکن وہ بھی تھا تو کالا۔ لیکن سوئی کپڑے کا.... آخر ایک دن جمید پوچھ ہی بیٹھا۔

”آخر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ پر بھی کسی خبیث رومنس کا سایہ ہو گیا ہے۔“

”نہیں میں ان خبیث رومنوں کو گرفتار کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تو گویا اب بھی آپ ان کے وجود سے مسکر ہیں۔“

”اگر سر ڈھنحال کی لاش گائب نہ ہو گئی ہوتی تو میں ضرور قائل ہو جاتا۔“

”بھلا اس میں کون ساکتے ہے۔“ جمید نے پوچھا۔

”یہی کہ بھوتوں نے اس کی لاش گائب کیوں کر دی اور وہ دہان اس وقت کیا کر رہا تھا۔“

”ممکن ہے کہ وہ بھی ہماری ہی طرح اس کاراز جانے کی کوشش کر رہا ہو۔“ جمید نے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو اس لے ترکیب بھوت نے اس کا تعاقب کیوں نہیں کیا۔“

جمید خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کردار کا عازی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ گفتار کا بھی عازی ہے۔“

اور پھر وہ بھوت ہمیں پکڑ کیوں نہیں پاتا۔ ہم نے دور یشمی چادریں اوڑھی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان چادروں پر نہ تو نقش سیمانی بنا تھا اور نہ ہی وہ کسی عامل کا عطیہ تھیں۔۔۔ میں نے انہیں کھن لباس شبروی کے طور پر استعمال کرنے کے لئے خریدا تھا اور پھر تمہیں یاد ہوا گا میرے من

کوئی نہ پر اس نے ایک قدم اٹھایا تھا... جو منہ ذہان کی لینے کے بعد بدستور اٹھاہی رہا... اس سے کیا سمجھتے ہو۔"

حید نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ یہ مسئلہ اس کی بھروسہ کا باعث بھی بن چکا تھا۔ لیکن اس بھروسہ نے کسی واضح خیال کی طرف اس کی رہنمائی نہیں کی۔

"تو کیا آپ پھر اور ہر جانے کا قصد رکھتے ہیں؟" حید نے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ میں کوئی کام اور حورا نہیں چھوڑتا۔" فریدی نے کہا اور سچھ سچھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "اگر تم واقعی خوفزدہ ہو تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتے پر بجھوڑتیں کروں گا۔" "آپ تو خواہ تزوہ بد گمان ہو جاتے ہیں۔" حید جھنجلا کر بولا۔ "مجھے آپ کی بھی زندگی عزیز ہے... کیوں نہ اس معاملے میں یہاں کے حکام کی بھی مددی جائے۔"

"ابھی نہیں... اپنے اطمینان کیلئے میں ایک تجربہ اور کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"مکب...!"

"آج ہی...!"

"میرا ہر تو ملک ہو جاتے دیجئے۔"

"نہیں میں تمہیں نہ لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں...!"

"ممکن ہے کہ تمہیں سنjalنے میں خود میں ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو جائیوں۔"

"بھر حال میں آپ کو تھا نہیں جانے دوں گا...؟"

"نہیں بھی تم سمجھتے نہیں ہو۔" فریدی نے آتا کر کہا۔ "میں اس نے ایسا تمہیں کر رہا کہ تم ذرتے ہو... حالانکہ یہ بھی غلط ہے کہ تم ڈر پوک ہو... وہ معاملہ میں ایسا تھا کہ اچھے سے اچھے سورما کے پر اکھڑ جاتے...!"

"پھر آخر آپ مجھے کیوں نہیں لے جانا چاہئے۔" حید نے پوچھا۔

"ممکن ہے اس بار اور زیادہ بد حواسی کے عالم میں بھاگنا پڑے اور تم دونوں ایک دوسرے

سے الگ ہو جائیں... ایسے معاملات میں تھا آدمی اپنا پچاؤ کر سکتا ہے۔"

"حید نے بہت کوشش کی کہ فریدی کو اس ارادے سے باز رکھے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس

کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کا انجام کیا ہو گا۔ کیا اس بار فریدی کی دلیری کام آئے گی؟ کیا وہ ایک ایسی قوت کا مقابلہ کر سکے گا جو انسانی دسترس سے باہر ہے؟ کہیں یہ اس کا آخری کارنامہ تو نہیں؟

فریدی اسی دن شام کو قاہرہ سے کلب ایشیاٹین کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ رات حمید نے بڑے کرب اور بے چینی کے ساتھ گذاری، رات بھر وہ سونے سکا۔... صبح دس بجے تک وہ فریدی کا انتظار کرتا رہا۔... اور پھر اچانک اس کا اضطراب بڑھ گیا۔ فریدی نے گیارہ بجے تک لوٹ آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن بارہ بجے گئے اور اس کا کہیں پہنچنے تھا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی اس کا کہیں پہنچنے کیا تھا۔ لیکن بارہ بجے کی طرح کلب ایشیاٹین کے علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرے گیں اگر علی فضیل ہی کی طرح فریدی بھی۔... اس کے آگے سوچنے کی ہمت نہ پڑی اور اس کے جسم کے روشنگی کھڑے ہو گئے۔

وہ باہر جانے کے لئے اخراجی تھا کہ برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے بغل میں ایک بڑا سائبیڈل دبا ہوا تھا جسے اس نے فرش پر ڈال دیا۔....

”بھی بہت تھک گیا ہوں۔“ وہ ایک کرسی پر گرتا ہوا بولا۔ ”ذر اہیڈ ویٹر کو کافی کیلئے فون کر دو۔“

حمدی انہوں کر لئے تھک گیا اور فریدی جوتے اتار کر کرسی پر اکڑوں پیٹھے گیا۔

”یہ تائیے خبرت ہے نا۔...!“ حمید نے پوچھا۔

”ہاں! آں۔... سب خیریت ہے۔... اور خیر و عافیت تمہاری خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ تجربہ کامیاب رہا۔... اور کوئی خاص بات نہیں۔... بچوں کو آداب اور بزرگوں کو بیمار۔... فقط قانون گو نہیں دعا گو۔...!“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تجربہ کامیاب رہا۔“ حمید پس کر بولا۔ ”کیا سر پر رکھنے کے لئے تھوڑی برف بھی منگوں گا۔“

”اے ہے پانداں کیا ہوا تمہارا۔“ فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

”کیا مطلب۔...!“

”بندتا میں نے اس وقت کسی کلرک کی بیوی کی طرح خیریت پوچھی تھی۔ جو بچاری دن بھر

شوہر کے انفار میں بیٹھی چھالی کترتی رہتی ہے اور اس کی آمد پر جہائی لستی ہوتی میز پر سرو طار کھ کر اس کی خبر یہ پوچھتی ہے۔ ”

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک آدھ اسکرو ضرور ڈھیلا ہو گیا ہے۔“ حمید جھینپ کر بولا۔

”خبر معلوم ہوا کہ تم بڑے گاؤ دی ہو گئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے اس سے بہتر بختی کی توقع تھی۔“

تحوڑی دیر بعد کافی آگئی۔ فریدی نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد سکار سلکایا۔

”ہاں تو بھی تجربہ کامیاب رہا اور دلچسپ بھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے بیکسی قبے کے باہر ہی چھوڑ دی تھی اور ان دونوں بھیسوں کو لے کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔... کنارے پر کمزے ہوئے مجھے دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ اس کرنے کے منٹ میں پھر وہی روشنی دکھائی دی اور وہ دیوپ پکر اس میں سے نکل کر میری طرف چھپتا۔... میں نے بھاگنا شروع کیا۔ وہ میرا پچھا کر رہا تھا۔ آخر کار میں سیاہ چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور وہ میرے قریب ہی آکر رُک گیا۔ پھر میں نے وہ بجس اس کے سامنے پھینک دیا۔ جو سوتی کپڑے کا تھا۔ وہ حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ جھکا اور مجھے کی ٹانکیں چیر کر پھینک دیں۔... اُف کتنی درد مگی تھی۔... اس وقت بھی میں اس تصور سے کاپ اٹھا تھا۔“

فریدی نے بکس کھول کر اُس مجھے کے دونوں ٹکوے نکالے اور حمید کے سامنے ڈال دیئے۔

”ای طرح اُس نے علی فضیل کی ٹانکیں چیر دی تھیں۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ہاں تو میں نے وہ بھی اسکے سامنے ڈال دیا جس پر رُشی غلاف چڑھایا تھا لیکن وہ بے حس و حرکت کھرا رہ۔ جیسے انداز ہو گیا ہو۔... اس نے اس مجھے کو ہاتھ سکن لگایا۔... اس سے تم کیا سمجھتے ہو۔...

”میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔“ حمید نے اس سے کہا۔

”خبر، خیر میں بھی ابھی اس مسئلے پر روشنی ڈالنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ ہاں تو پھر میں نے اس مجھے کو چادر کے اندر کھینچ لیا۔ وہ قطعی بے حس و حرکت کمزرا تھا۔ تحوڑی دیر بعد اس نے جہت لگائی اور پھر کرنے کے منٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے جلدی جلدی مجھے پر کار رُشی غلاف اتارا اور اپنے جسم پر اس طرح منڈھ لیا کہ کوئی حصہ لکھانا رہے اور پھر میں ساحل کی طرف آیا۔... تقریباً آدھ گھنٹے تک کمزرا رہا لیکن کوئی نیا حادثہ چیز

نہیں آیا۔۔۔ کہاں کیا کہتے ہو۔۔۔!

”یعنی وہ خبیث رو حمیں رشیم سے ڈرتی ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں بلکہ اس کے پیٹ میں بیٹھی ہوئی خبیث شخصیت کو رشیم دکھانی نہیں دیتا۔“

فریدی بولا۔

”میں پھر نہیں سمجھا۔“

”بہت جلد سمجھ جاؤ گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اطمینان رکھو وہ کوئی آسمی خلل نہیں ہے۔۔۔ ہماری تمہاری بھتی جاتی دنیا کی بات ہے۔“

”پہنچنے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ حمید آتا کر بولا۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہیں قریب سے دکھاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”وراون کر کے کافی اور منگواؤ۔“

حمد نے پھر انٹھ کر فون کیا۔

”لیکن آپ اس وقت تک مجھے ابھن میں ڈالے رہیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”اس میں ابھن کی کوئی بات نہیں۔۔۔ میں نے حقائق تمہارے سامنے رکھ دیئے۔ اب تم خود غور کر کے اس معنے کو حل کرنے کی کوشش کرو۔ کوئی مشکل بات نہیں، کوشش کرو۔“ فریدی نے کہا اور آرام کر لیت گیا۔ حمید بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

## کتے کے پیٹ میں

دوسرے دن فریدی مصر کے محلہ سراجِ رسانی کے دفتر میں بیٹھا ہجھے کے ڈاکٹریٹر سر نام

پاشا سے منگلو کر رہا تھا۔

”مسٹر فریدی مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کی مدد نہ کر سکیں گے۔“ پاشا نے کہا۔

”لیکن میرے ملک کی حکومت نے آپ کی حکومت سے درخواست کی ہے۔ آپ کو برداشت اس کے لئے احکامات مل چکے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ پاشا بولا۔ ”مجھے اس سے کب اٹکا رہے۔۔۔ آپ اس شخص کا پہ نشان بتائیے،

جو آپ کی حکومت کا مجرم ہے۔ ہم اسے گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن کلب الشیاطین والا واقعہ خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔"

"لیکن میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے اسے خواب نہیں کہا جاسکتا۔" فریدی نے کہا۔

"ممکن ہے آپ درست کہتے ہوں۔" پاشا نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

فریدی سمجھ گیا کہ وہ اس سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ وہ دہاں سے ناکام لوٹا۔ لیکن اس نے ہمت نہ باری تھی۔ اب اس نے اپنی حکومت کے سفارات خانہ کا رخ کیا۔ سپر اس سے اس کے کارہاموں کی بناء پر اچھی طرح واقف تھا اور اسے حکومت کی طرف سے پہلے ہی فریدی کی ہر ممکن امداد کے لئے بدلیات مل چکی تھیں۔ اس نے فریدی سے وعدہ کیا کہ وہ قاہرہ کے پولیس کشڑے اس مسئلے پر گفتگو کرے گا۔

پھر دو دن بعد اسے اطلاع ملی کہ پولیس کشڑ بھی قصیع اوقات کے لئے تیار نہیں۔ اس کے خیال کے مطابق عملہ کا کوئی آدمی کلب الشیاطین کے اندر گھسنے کی بہت سخت نہیں کرے گا..... آخر فریدی نے فیصلہ کیا کہ وہ بذات خود پولیس کشڑ سے ملاقات کرے گا۔ لیکن اس کی یہ کوشش بھی بار آور ثابت نہ ہوئی..... پولیس کشڑ نے اسے بتایا کہ آسمی خلل سے قطع نظر کر کے بھی کوئی اس میں جانا پسند نہ کرے گا۔ اس نے بھی فریدی کے قائم کروہ خیالات کا مسح کر دیا۔

اور پھر فریدی کو اپنی یہ قوت بازو پر بھروسہ کرتا پڑا..... اس نے چھوٹی ہی ریڑ کی کشٹی خریدی اور اس پر ریشم کا خلاف چھلیا..... دو ہلکے ہلکے پتوار بنائے اور ان پر ریشمی کپڑا لپیٹ دیا..... اپنے اور حمید کے لئے ریشم کا ایسا لباس تیار کر لیا جس سے جسم کا کوئی حصہ کھلانے رہ سکے..... آنکھوں کے حصوں پر ریشم ہی کی باریک جالی لگوائی۔

حمدی ان سب تیاریوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ یہ ان کا آخری کارنامہ ہے۔

لیکن وہ فریدی کی خالقت نہیں کر سکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اس سلطے میں ایک لفظ بھی من سے نکالا تو فریدی اکیلا ہی چلا جائے گا اور یہ چیز اسے کسی طرح گوارانہ تھی۔

اس دوران میں وہ کئی ہوٹل تبدیل کر چکے تھے۔ انہیں ذر تھا کہ کہیں مجرم ان کا سراغ ناکر انہیں اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش نہ کریں۔ فریدی نے اس رات سر بیجھاں کے ساتھ پانچ

موت کی آندھی

آدمی دیکھئے تھے۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ مجموعی طور پر ان کی اتنی ہی تعداد ہوئی ضروری نہیں لیکن اس کے باوجود جو بھی وہ خطرہ مولیے پر تیار تھا۔

حمد کا بڑی تھیک ہو گیا تھا۔ اور وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ ہوٹل سے نکل کر بازار تک جاسکے۔ آج جب وہ بازار سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں چار مٹائی اخبار تھے، حمید نے انہیں فریدی کے سامنے ڈال دیا۔

"کلب اشیا طین کا دوسرا بجوبیہ۔" حمید نے آہتہ سے کہا۔

"بیان کرتے چلو۔" فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔ "میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ انہیں پڑھ سکوں۔"

”کلباس کے رہے ہے دیہاتیوں نے بھی قبے چھوڑ دیا۔“ حید نے کہا۔ ”کل رات ساصل پر قبے کے آدمیوں نے چار طویل اوقات آدمیوں کو آپس میں تکوار چلاتے دیکھا۔ ان کا بیان ہے کہ ان آدمیوں کی لمبائی دس فٹ سے کم نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح لڑتے رہے پھر اڑتے ہوئے کلب اشیا طین کی طرف چلے گئے۔ دیکھنے والوں کا خیال ہے کہ وہ اس پتھر میلے کتے کے منہ میں کھس کر غائب ہو گئے تھے اور پھر اس کتے کے دہانے سے چنگاڑیاں نکلنے لگی تھیں..... اب پورا شہر دیران ہے۔ کل ہی رات کو دہان کی پنجی پنجی آپادی شہر کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔“

”اور کوئی بات نہیں۔“

”اس واقع کے متعلق یہاں کے اخبارات اور حکام کا کیا خیال ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔  
”دیہاتیوں کی توبہم پرستی۔“ حمید نے کہا۔ حکام نے دیہاتیوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ قبے کی  
لرف لوٹ جائیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”یہاں کی حکومت متدن دنیا کے لئے ایک مستقل خطرہ پال رہی ہے۔ مگر موسیات اور ارادیات کی عمل نہ جانے کہاں چرنے گئی ہے.... اس سے کی جفا فیکی حالت قطعی ایسی نہیں کہ یہاں سائیکلوں آسکیں.... خیر دیکھا عائے گا.... دیکھا جائے گا۔“

فریدی اٹھ کر چتابانہ انداز میں شکنے لگا۔

"میں ایک بار پھر آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔" حمید نے کہا۔  
"مشکل ہے۔" فریدی پلٹ کر بولا۔ "میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں..... میں کلب اشیاطیں پر  
اسی طرح جھپٹنا چاہتا ہوں جیسے ایک شرابی عرصہ تک شراب نہ ملنے کے بعد بوال پر جھپٹتا ہے۔  
میں اب انتظار نہیں کر سکتا..... اگر تم نہیں جانا چاہتے تو میں تھا جاؤں گا۔"

"آپ پھر میرا مطلب قاطع سمجھے..... میں تو....!"

"میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" فریدی نے اس کی بات کاٹ دی۔

حید خاموش ہو گیا..... وہ جانتا تھا کہ اب ساری کوششیں بیکار ہیں۔

اسی شام کو وہ دونوں کلباس کی طرف روانہ ہو گئے۔ فریدی نے سارا ضروری سامان ساتھ  
لے لیا تھا۔ جیسی ڈرائیور پر انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ کسی اخبار کے نامہ نہ گاریں۔ جیسی انہوں  
نے دیران حصے سے آدھے میل او ہر ہی چھوڑ دی۔

تاریکی پھیل گئی تھی۔ وہ قصیکے ایک دیران مکان میں گھس گئے۔ یہاں چاروں طرف ساتھ  
تحا۔ گاؤں میں ایک تنفس بھی نہیں رہ گیا۔ سائیں سائیں کرتی ہوئی سیاہ رات نے قبے کی دیرانی  
میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آواز خاموشی کے اتحاد ساگر میں ہلکوڑے  
پیدا کر کے کہیں غائب ہو جاتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم خائن نہیں ہو۔" فریدی نے حید سے کہا۔

"قطعنی نہیں! بشرطیکہ اپنے جیسے انسانوں سے مقابلہ کرتا ہے۔"

"مطمئن رہو..... اس کے آگے جھینیں سوچنا ہی نہ چاہئے۔"

"اوہ..... آپ تو مجھے اس طرح بہلارہے ہیں جیسے میں نے اس طویل اقامت دیوبودھ کی محاذی  
نہ ہو۔"

"اگر او نہیں..... آج رات اس سے مقابلہ کی توقع نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"خود بکھاجائے گا۔" حید نے آکتا کر کہا۔

ایک گھنٹے کے بعد ساری تیاریاں ممل کر لینے کے بعد وہ ساحل پر کھڑے تھے۔ کافی عرصہ  
گذر گیا۔ لیکن کلب اشیاطیں کی خاموشی میں فرق نہیں آیا۔ حید کو فریدی کی پیشیں گوئی پر حیرت  
ہونے لگی اور فریدی نے ربر کی کشتی سمندر میں ڈال دی..... وہ آہستہ آہستہ کلب اشیاطیں کی

طرف بڑہ رہے تھے.... حمید کی نظریں کتے کے پھیلے ہوئے دہانے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ”  
سونچ رہا تھا کیا واقعی یہ سیاہ ریشم کا بابس سحر زدہ ہے اور پھر ان کی کشتوں کے سلسلے سے نکل رہی۔  
فریدی کی گار پکڑ کر اپر چڑھ گیا۔ حمید نے بھی اس کی تحلید کی اور اس کے بعد کشتوں اور پھیجنگی لی گئی۔  
حمید چٹانوں پر قدم رکھتے ہی لرزائھا۔ یہاں کا پراسرار سنانا مسر قدیم کے خوفناک جادو گروں کی یاد  
دلانے لگا۔ اور وہ مقبرے بھی یاد آئے جن میں ہزاروں سال سے انسانی لاشیں محفوظ تھیں۔ محض  
اس امید پر کہ ایک دن ان کی بھکرتی ہوئی رومنی اپنے جسموں میں لوٹ آئیں گی۔

چٹانوں کا سلسلہ تقریباً دو تین فرلانگ تک چلا گیا تھا۔ جس چٹان پر یہ لوگ کھڑے تھے کلب  
اشیا طین کا ایک حصہ تھا۔ فریدی نے جیب سے ٹارچ نکالی اور آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔  
پندرہ ہیں منٹ کی چدو جہد کے بعد بھی وہ کوئی ایسا راستہ نہ معلوم کر سکے جس کے ذریعہ اندر بھیج  
سکتے۔ پھر انہوں نے دوسری راہ اختیار کی۔ فریدی ہیں کتے کے سر کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ جس  
کی اوپر چالیں چالیں فیک سے کسی طرح کم نہ رہی ہو گی۔ حمید پر ایک بار پھر جیبت طاری ہو گئی۔ خود  
فریدی نے بھی ایک بار مجرم مجرمی سی لی۔

اوھ بھی کسی طرف سے کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ اس وقت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ  
فریدی اپنی ٹارچ کا آزادانہ استعمال نہیں کر رہا تھا۔ دفلاؤ وہ داہنے طرف کے شیب میں اتر گیا۔  
حمید نے بھی اس کی تحلید کی۔ اور چٹان کا پھیلا اوزیادہ تھا۔ ایک جگہ اپاٹک فریدی رکا اور جھک  
کر زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

” یہ نشانات دیکھ رہے ہو۔ وہ آہستہ سے بولا۔ ” بھیجے ہوئے بیرون کے نشانات۔ ”

اور وہ آہستہ آہستہ نشانات کے ساتھ آگے بڑھنے لگا اور پھر وہ ایک بار کتے کی گردن سے  
قریب پہنچ گئے۔ یہاں آگر بیرون کے نشانات غائب ہو گئے۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی۔ اسے  
غلط نہیں ہوئی تھی۔ بیرون کے نشانات یہاں غائب نہیں ہوئے تھے بلکہ پندرہ ابھرے ہوئے  
چھوٹے چھوٹے پھر وہ پر نظر آرہے تھے۔

” آخر ان پھر وہ پر چلنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ چٹان کا ایک حصہ پاٹ اور مطلع  
ہے۔ ” فریدی آہستہ سے بولا۔ ” یہ چیز واقعی دلچسپ ہے۔ ” حمید بولا۔ ”

فریدی ان پھر وہ کو دیکھنے لگا۔ ہر ٹکڑے پر بیرون کا ایک نشان موجود تھا اور اس کے بعد مطلع

چنان پر کوئی نشان نظر نہ آیا۔

”لو بھی اس خبیث کا پیٹ تو بھٹ گیا۔“ فریدی حمید کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ اور پھر اس نے اس اچاک نمودار ہونے والے غار کے دہانے میں نارجی کی روشنی ڈالی۔ اندر بالکل سنا تھا اور دہانے کے سرے سے آٹھ دس زینے تھے جک پلے گئے تھے۔ دونوں غار میں پہ آہنگی اتر گئے۔ یہی انہوں نے فرش پر قدم رکھا اور دہانے کا منہ بند ہو گیا۔

”یہ کیا ہوا۔“ حمید اپر کی طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے بھج میں بولا۔

”غیرہو....!“ فریدی نے کہا اور زینوں پر چڑھتا چلا گیا۔ آخری زینہ پر چیر رکھتے ہی دہانے پھر کھل گیا۔ فریدی لوٹ آیا۔ اور دہانے بند ہو گیا۔

”غصب کی کار مگری ہے۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بھوت اس وقت کہاں سور ہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”وہ مطلقاً ہیں کہ کوئی ان عکس پہنچنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”پھر ہم انہیں قطعی نہ دکھائی دیتے ہوں گے۔“

”ہم نے جادوالی لباس جو پہن رکھا ہے۔“ فریدی پس کر بولا۔

”معلوم نہیں کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”جو کچھ ہے ابھی سامنے آ جاتا ہے۔“ فریدی نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک کمرے میں کھڑے تھے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا دم سکھنے لگا اور وہ پھر زینوں پر چڑھ گئے۔ غار کا دہانہ کھل جانے کی وجہ سے انہیں اس سکھنے سے نجات ملی۔ فریدی نے پھر نارجی کی روشنی میں اس کمرے کا جائزہ لیتا شروع کیا اسکی نظریں سامنے کی دیوار سے زینوں پر پڑیں۔ یہ تمن اللہ اللہ سیر ہیاں تھیں جن کا درمیانی فاصلہ ایک فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔

”ذرا ان زینوں کو دیکھو۔“ فریدی بولا۔ ”بھلا ان تمن زینوں کا کیا مطلب ہے اور یہ بھی سوچو کہ ان کے سرے پر دروازے بھی نہیں ہیں۔ پھر ان کا کیا مقصد ہے.... اوہ.... حمید ذرا پہلے زینے کی سیر ہیاں تو گنو۔“

”تو ہیں۔“ حمید بولا۔ ”دوسرے میں سات اور تیسرے میں پانچ ہیں۔“

”اچھا تو وہ روماں والا عدد کیا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تو سو مختصر...!“ حمید نے کہا۔

”تو سو مختصر نہ کہو۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”بلکہ تو۔ سات پانچ کہو... تو بھی تو سو مختصر کا مسئلہ بھی چکلی بجائے حل ہو گیا.... قدرت کچھ مہریاں معلوم ہوتی ہے۔“

”اچھا تم سینیں تھہر و تاکہ دہانہ کھلا رہے ہے.... میں ذرا ان زینوں کو دیکھتا ہوں۔“ وہ آخری زینے پر سے نیچے کو دپڑا۔ اب وہ سامنے والی دیوار کے زینوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پہلے وہ نو سیر ہیوں والے زینے پر چڑھا۔ پھر اس پر سے ہو کر سات سیر ہیوں والے زینوں سے گزرتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اور پانچ سیر ہیوں والے زینے پر چڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ آخری سیر گی پر پہنچا دیوار کا ایک حصہ ایک طرف ہٹ گیا اور دوسری طرف عجیب حرم کی گزگز اہٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ فریدی نے حمید کو اشارے سے بلایا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہاں بالکل تاریکی تھی۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی اور آگے بڑھنے لگا۔

”یہ آواز کتنی ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”کسی مشین کی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”مشین....!“ حمید چونکہ کر بولا۔

”ہاں ہاں خاموشی سے چلے آؤ۔“ فریدی نے کہا۔ وہ ایک ٹنگ و تاریک راستے سے گذر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کرے کے سامنے کھڑے تھے جس کے دروازہ پر سیاہ پر دپڑا تھا اور روشنداں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ دونوں پر آہنگی دروازے سے ہٹ کر ایک کنارے کھڑے ہو گئے۔ فریدی نے روشنداں سے جھاک کر دیکھا۔ اندر چار آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا تھا جس کے چہرے پر کھنی اور سفید ڈالڈھی تھی۔ چاروں پوروں میں معلوم ہوتے تھے۔ فریدی نے حمید کو تریپ آنے کا اشارہ کیا۔

”دیکھا تم نے.... یہ ہیں تمہارے بھوٹ.... اس بوڑھے کو پہچانتے ہو.... کہیں تصویر تو دیکھی ہو گی۔“

”میں نہیں پہچانتا.... لیکن....!“

”تھہر و....!“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”اس طرف داہنے کو نے میں دیکھو۔“

حمد لڑکھڑا کر چکھے ہٹ گیا۔

"کہے یہ تو... وہی...!"

"لیکن ذر و نہیں... یہ اس وقت بالگل بے جان ہیں۔" فریدی نے کہا اور جیب سے روپ اور کال لیا۔ حمید نے بھی اپنے روپ اور کادست مغبوطی سے کپڑا لیا۔

"یہ بوڑھا جرنی کا مشہور سائنس دان ولیم ہے، جو ہتلر کی موت کے بعد پر اسرار طریقے پر عائب ہو گیا تھا... اور اب یہ یہاں اس دیرانے میں کسی نئے جہاں کن ہتھیار کا تجربہ کر رہا ہے... خیر آؤ... لیکن ہوشیداری سے۔"

فریدی پر دہ اٹھا کر کرے میں داخل ہو گیا... وہ چاروں اسے دیکھتے ہی بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"منڈڑاپ...!" فریدی گرج کر بولا۔ "اگر کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو شوت کر دوں گا۔"

چاروں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے ان دونوں سیاہ پوچھوں کو دیکھ رہے تھے....

"تم کون ہو...!" بوڑھا سائنس دان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تھماری مشین آندھی کے شکار دودھ بھائیوں کے بھوت۔" فریدی قہقهہ لگا کر بولا۔ "جن کی اطلاع تھماراٹھی دیڑھن سیٹ بھی نہ دے سکا۔"

بوڑھا آہستہ آہستہ دیوار کے قریب رکھی ہوئی ایک مشین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس مشین میں ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ جس میں پورا ساحل کا علاقہ صاف نظر آ رہا تھا۔ حمید تھیج تھا کہ آخر اس بند کرے میں رکھی ہوئی مشین میں باہر کے مناظر کس طرح دکھائی دے رہے ہیں اور پھر چند لمحوں کے بعد سارا معمد حل ہو گیا... اسی مشین کے ذریعہ وہ ساحل پر لوگوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لیا کرتے تھے... فریدی بوڑھے کی حرکت دیکھ رہا تھا... اس نے پستول گھما کر مشین کے شیشے پر گولی چلا دی۔ شیشہ ایک چھٹا کے کے ساتھ نٹ کیا۔... بوڑھا جنی مار کر فریدی کی طرف چھٹا... فریدی کے پستول سے پھر ایک شعلہ لکھا اور بوڑھا اچھل کر دیوار سے نکل گیا... اس کے مت سے جنہیں نکل رہی تھیں۔ اس کا ایک بیڑ زخمی ہو گیا تھا۔

"حمدان تمہوں کے ہاتھ بیڑ جکڑو...!" فریدی نے کہا۔ اور میں اس بوڑھے سے سمجھتا ہوں۔"

فریدی نے حمید کا پستول بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایک پستول کا رخ بوڑھے کی طرف تھا

اور دوسرے کا ان تینوں آدمیوں کی طرف۔ حید نے جیب سے اپنی پتکی مضبوط سی ڈوریاں نکالیں اور کیے بعد دیگرے انہیں جکڑنے لگا۔

”کیوں ولیمن وہ رومال کہاں ہے۔“ فریدی نے بوڑھے سے کہا۔

”میں نے اسے جلا دیا۔“ ولیمن جھیج کر بولا۔

”بہت خوب! سر پر حال کی لاش کیا ہوتی۔“

”اوہ تو تمہوں جاسوس ہو۔“ ولیمن جھیج کر بولا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

”تمہارے وہ دیوبنکر بھوت بھی ہیں۔“ فریدی ایک طرف کھڑے ہوئے چار پانچ لوہے کے بھسوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ولیمن نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کیا تم یہ جانتے تھے کہ تمہاری میشین کی شعاعیں ریشم کے لباس سے نہیں گذر سکتیں۔“

فریدی نے پوچھا۔

”ہاں لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مشرقی سور بھی اتنے ذہین ہو سکتے ہیں۔“ ولیمن درد سے جھیج کر بولا۔

فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔

”خیر.... خیر.... ولیمن.... تمہارا یہ عظیم الشان کار نامہ ہمیشہ کے لئے دفن ہونے جارہا ہے.... کیا تم مجھے اپنی ان تباہ کن میشوں کے پارے میں کچھ بتاؤ گے۔“ فریدی نے کہا۔

”میشین تم نے بر باد کر دی ہے۔“ ولیمن نوٹی ہوئی میشین کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”دنیا کا کوئی سائنسدان اب یہ نہ بنا سکے گا یہ کیسے بنا لگی تھی.... بھی میشین آندھیاں پیدا کرتی تھی۔ بھی میشین ان لوہے کے آدمیوں کی آنکھ تھی۔ یہ آدمی اسی اسکیم کے تحت بنے تھے جس کے تحت جر منی کے مشہور اور خود بخود داڑنے والے بزم اور ہوا لی جہاز بنائے گئے تھے۔ ان میں ریٹیلیائی طریقوں سے قوت عمل پیدا کی جاتی تھی۔ لیکن افسوس کہ یہ اب بیکار ہو چکے ہیں.... تم.... خبیث.... سود.... تم نے میرے اس کار نامے پر خاک ڈال دی جس کے لئے میں نے ساری زندگی وقف کر دی تھی.... مجھے سہزادے کراس آرام کری سکے لے چلو میں تمہیں مرنے سے پہلے کچھ اور با تیں بتانا چاہتا ہوں.... مجھے یہاں سے کوئی قوت زندہ نہیں لے جاسکتی۔“

بوڑھے نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے غش آگیا ہو۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ فریدی نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھال لیا۔.... حید جو بقیہ تینوں آدمیوں کو باندھ کر زمین پر ڈال چکا تھا.... فریدی کی مدد کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی زمین پر تھا اور اس کے دونوں پستول بوڑھے والیں کے ہاتھوں میں تھے۔

"کیوں سورما ب بتاؤ۔" بوڑھا والیں قہقهہ لگا کر بولا۔

"اچھا تو کیا تم ہمیں یہاں اکیلے سمجھتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مت بھولو کہ میرے ہی جیسے نہ جانے کتنے سیاہ پوش اس کے کپیٹ میں موجود ہیں۔ اسی لئے میں نے آتے ہی سب سے پہلے تمہاری میٹھیں برپا کر دی تھی۔.... تم اس وقت ہم دونوں کو مار سکتے ہو لیکن اس کرے سے تھوڑی ہی دور کھڑے ہوئے پچاس آدمیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"دیکھا جائے گا۔" والیں آہستہ سے بولا۔ "تم اٹھ کر میرے ساتھیوں کو فوراً آکھوں دو۔

ورہنے...!"

فریدی آہستہ سے اٹھا۔ والیں نے حید کو بھی اشارہ کیا۔ دونوں بندھے ہوئے آدمیوں کو کھو لئے گئے۔ والیں دیوار کے قریب جا کر روشنداں سے جھاگٹنے لگا لیکن وہ فریدی اور حید کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ فریدی نے چینا چاہا۔ "خبردار...!" والیں آہستہ سے بولا۔ "آخر من سے آواز نکلی تو شوٹ کر دوں گا۔" اسے باہر کھیں کھڑے ہوئے خیالی آدمیوں کا خوف تھا۔

اس بار جیسے ہی اس نے روشنداں کی طرف منہ پھیڑا۔ فریدی نے پھر تی سے ایک آدی کو اٹھا کر اس پر پھیک مارا۔ دونوں ایک ساتھ زمین پر آ رہے ہیں۔ دو فائر ہوئے۔.... اور دو چینیں کرے میں گونج انجیں۔ گرج گرتے والیں کے ہاتھوں میں دبے ہوئے دونوں پستول چل گئے۔.... فریدی اور حید ان کی طرف جھپٹئے۔.... ایک پستول کی گولی والیں کی تھوڑی چھاڑتی ہوئی سر سے نکل گئی تھی اور دوسرا کی اس کے ساتھی کے سینے سے پار ہو گئی تھی۔

"اوه یہ تو بہت نہ اہوا...!" فریدی بے ساختہ بولا۔ "میں اس بوڑھے کو زندہ گرفتا رکھتا چاہتا تھا۔" حید نے کوئی جواب نہ دیا۔.... والیں کے دو ساتھی زمین پر بندھے پڑے تھے۔.... وہ ان دونوں کو جیچ جیچ کر گالیاں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فریدی اور حید تہہ خانے کے دوسرے حصوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہاں ان لوگوں نے اچھا خاصا کارخانہ قائم کر کھا تھا۔

ایک چوہا سا بجلی گھر بھی تھا جس کی قوت سے مشینیں چالائی جاتی تھیں۔ حمید نے لوہے کے ان قد آور آدمیوں کو قریب سے دیکھا جنہیں وہ بہوت سمجھے ہوئے تھا۔

”ایک بڑی خوفناک چیز مٹ گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”ورنہ کسی اگلی جنگ میں یہ لوہے کے آدمی انسانوں کے مقابلے میں استعمال کئے جاتے۔“ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر ابھی تک حرمت طاری تھی۔ کبھی وہ ان لوہے کے آدمیوں کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔

شائد وہ دونوں کا موازنہ کر رہا تھا کہ ان میں زیادہ خوفناک کون ہے۔ فریدی یادہ لوہے کے بھوت۔

”افسوس کہ یہ مشین برپا ہو گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن بہت اچھا ہوا۔ بہت اچھا ہوا۔ ورنہ کوئی اور اسے اپنے نیا اپارٹمنٹ کے لئے امن پسند دنیا کے خلاف استعمال کرتا۔ بہت اچھا ہوا۔ بہت اچھا ہوا۔“

دوسرے دن کلب اشیاطین کے علاقہ میں ایک حم غیر لگا ہوا تھا۔ پہنچ پر پولیس اور فوج کے سپاہی نظر آ رہے تھے۔ کلب اشیاطین کی خبیث رو میں وہاں سے بٹائی جادی تھیں۔ فریدی ساحل پر ایک نیبے میں مصر کے اعلیٰ حکام سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ انہیں شروع سے ساری لا استان سنارہ تھا۔

”اور پھر جب میں نے دیکھا کہ ریشمی چادر کے سامنے اس دیوبنگر کی ساری قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ وہ آدمی کوئی مافق الفطرت ہستی نہیں بلکہ کسی مشین کا تاثر تھا اور اس مشین کی پیدا کردہ شعاعیں ریشم کی۔ سطح سے نہیں گلاتیں... اس کے لئے میں نے ایک دوسرا تجربہ کیا۔“

اب فریدی نے انہیں کپڑے کے قد آدم بھروسوں والے تجربے کے متعلق بتایا۔

”واقعی مسئلہ فریدی تم نے امن پسند دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔“ قاہروہ کا پولیس کمشز بولا۔ ”مجھے اب افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہارے مشورے پر عمل کیوں نہیں کیا تھا۔“

”خود میں بھی شر مند ہوں۔“

”خیر جو کچھ بھی ہو انھیک ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میرا مقدمہ حل ہو گیا۔“

”اُف میرے خدا۔“ ایک آفسر بولا۔ ”ہم لوگ بھی سختے حق تھے کہ ان جاہ کن آئندھیوں کو سائکلوں سمجھتے رہے اور عموم کی خبیث رو روح کا کارنامہ۔“

اسی دن اخباروں کے غیر معمولی شمارے دھڑادھڑ فروخت ہو رہے تھے۔۔۔ ان میں کلب اشیاطین کی وارداتوں کے متعلق خبریں شائع ہوئی تھیں۔ فریدی اور حمید کی کارگزاریوں کو کچھ

اور بھی زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا۔

اور وہ دونوں شام کو ایک گناہ سے ہوٹل میں بیٹھے کافی پر رہے تھے۔ اپنے ہوٹل سے وہ ملنے والوں کے خوف سے نکل بھاگے تھے۔ آج صبح سے آنُگراف لینے والوں کی کاپیوں پر دستخط کرتے کرتے ان کے ہاتھ دکھنے لگے تھے۔ اخباروں کے نامہ نگاروں نے الگ بھل کر رکھا تھا اور پھر انہوں نے جان پچانے کے لئے رہائشی ہوٹل سے بہت جاناہی مناسب سمجھا۔

”حمد! ایک چیز مجھے ہمیشہ الجھن میں ڈالے رہے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ کیا....؟“

”کلب اشیا لین...!“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”آخر دلین اس کے راز سے کیسے واقف ہو گیا۔ جب کہ یہاں کے باشندے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نہ کسی تاریخی کتاب ہی سے اس کے وجود پر روشنی پڑتی ہے۔۔۔ اور یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ وہ آج کی کار گیری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اہرام اور ابوابوں سے بھی پہلے کی چیز ہو۔ معلوم نہیں کہ یہ جگہ میں اس کے اندر کس طرح پہنچ گئے۔ دلین کے ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ دلین ہی نے اس کا پتہ لگایا تھا لیکن وہ بھی نہیں بتا سکے کہ اس کا حال کیسے معلوم ہوا تھا۔“ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے کافی پر رہا تھا۔ تھوڑی در بعد بولا۔

”خبر یہ سب سوچنے کے لئے زندگی پڑی ہے۔ یہ بتائیے کہ اب کیا پروگرام ہے۔“

”میں اب کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ہمارا محلہ اس خطرناک مہم کے بعد ہمیں سالی دو سال کی چھٹی بھی نہ دے گا۔ میں تمہیں سیاحت کے بھانے لایا تھا۔ لہذا سیاحت ہو گی۔ اپنی رپورٹ اور چھٹی کی درخواست جلد ہی سفارت خانے کے پرداز کے ہم پورپ کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر واپس پر تہاری شادی کیا سمجھے۔“

”اور اپنے متعلق کیا کہتے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”کیا ایک دوست کی بیوی میرے لئے کافی نہ ہو گی۔“ فریدی مسکرا لاد۔ ”کافی ہاں۔۔۔ کافی۔۔۔ یوائے کافی اور لا او۔“ حمید چیز کر بولا اور دانت نکال کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

# ختم شد